امریکیوں کی مدد کرنے والے کے کفر میں واضح بیان

مولف: ناصر بن حمد الفهد

مولف لکھتے ہیں کہ کتاب اللہ میں بہت ساری آیات موضوع رسالہ پر دلالت کرتی ہیں، میں ان میں سے بعض آیات کو ذکر کروں گا۔

کتاب اللہ سے دلائل

یا ایها الذین لا تتخذوا الیهود والنصٰری اولیاء بعضهم اولیاء بعض ، ومن یتولهم منکم فانه منهم ان الله لا یهدی القوم الظالمین. [المائده : ۵۱].

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا یقیناً وہ بھی انہی میں سے ہوگا، بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''

بلاشبہ یہ آیہ مبارکہ ہر ایسے شخص کے کفر پر جو کفار کی مدد کرے، تین وجوہات کی بنیاد پر دلالت کرتی ہے:

(1): ''**بعضهم اولیاء بعض** ''یعنی کفار کا ایک دوسرے کا دوست، مددگار ہونا اور مسلمانوں کی دوستی سے برأت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس نے بھی انہیں دوست بنایا پس وہ ''بعضهم'' میں داخل ہے اور یہ قول اللہ سے اسی وصف (کفر) سے متصف کرتا ہے۔ ابن جریرؒ نے فرمایا:

جہاں تک قول اللہ ''**بعضهم اولیاء بعض** '' کا مفہوم ہے تو یقیناً بات یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ مومنین کی جمیعت کے خلاف، ان کے دین وملت سے بغض ومخالفت (جو کہ ان کے مابین مومنین کے خلاف قدر مشترک ہے) رکھنے کی وجہ سے ید واحد کی مانند ہیں۔ اللہ کے مومن بندے اس بات کی معرفت کے ساتھ یہ بھی جان لیں کہ بے شک کسی کا ان میں سے بعض یا سب کے ساتھ دوستی رکھنا اسی مومنین کے دین وملت کی مخالفت کے زمرے میں شمار کیا جائے گا اور جیسے یہود ونصاریٰ مسلمانوں سے بھڑنے والے ہیں اسی طرح یہ بھی بھڑنے والے کے حکم میں ہوگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہو جاؤ جس طرح وہ تم سے ٹکراتے ہیں۔ پس ان سے دوستی گانٹھنے والے نے اہل ایمان سے ٹکراؤ اور برأت کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ اُن (یہود ونصاریٰ) سے قطع تعلقی کا انکار کیا۔

(2): آیہ مبارکہ میں ''**ومن یتولهم منکم فانه منهم** '' سے انہی کی مثل کافر ہونا مراد ہے، ابن جریر نے فرمایا ''اس کا مطلب ہے کہ جو مومنین کو چھوڑ کر یہود ونصاریٰ کو دوست پکڑے گا تو بے شک وہ انہی میں سے ہے''۔ پھر فرمایا ''جس نے مومنین کے مقابلے پر انہیں دوست پکڑا اور ان کی مدد کی تو وہ انہی کے دین وملت پر ہے بے شک مومن کو چھوڑ کر دوسرے سے دوستی کا مرتکب اپنے دوست، اُسکے دین اور جو کچھ اس سے متعلق ہے، اس پر راضی برضاء ہے اور جب اس نے (اس عمل سے) اپنے دوست اور اس کے دین پر رضا کا اظہار کر دیا یعنی اس کے دین کی مخالفت نہ کی اور اس پر غضب ناک نہ ہوا تو اِس (کافر) اور اُس (بزعم خویش مسلمان) کا ایک ہی حکم ہے''۔

سلیمان بن عبداللہ بھی ''الدرر'' میں لکھتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہود ونصاریٰ کی دوستی سے منع فرمایا ہے اور انہیں خبر دی کہ مسلمانوں میں سے جو کوئی انہیں دوست بنائے گا تو وہ انہی میں سے ہے اور اسی طرح جس نے کفار میں سے مجوسیوں اور بت پرستوں کو دوست بنایا تو وہ بھی انہی میں سے ہے''۔

(3): ''**ان الله لا یهدی القوم الظالمین** ''میں ظلم سے مراد ''**الظلم الاکبر** '' ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''**والکافرون هم الظالمون** '' یہ اس آیت اور آئندہ آیات بطور دلیل ۲ سے ۴ تک میں بھی دلالت کرتی ہے۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے واضح ذکر کر دیا ہے کہ جس نے مومنین کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ سے ان کی اللہ، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے کھلی دشمنی کے باوجود دوستی گھڑی اور ان کا معاون ومددگار بن گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ہرگز حمایت نہ کرے گا کیونکہ جس نے انہیں دوست بنایا اس نے اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے ٹکر لی''۔

اسی آیہ مبارکہ کی تفسیر میں ابن جریرؒ لکھتے ہیں: ''بہر حال صحیح بات ہمارے نزدیک اس معاملے میں یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان پر یہود ونصاریٰ کو دوست اور حلیف بنانے سے منع فرما کر انہیں خبر دی ہے کہ جس نے اللہ، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو چھوڑ کر، ان سے بغاوت کرتے ہوئے یہود ونصاریٰ کو دوست، حلیف یا مددگار بنایا تو یقیناً اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اُس سے بری ہیں''۔

محولہ بالا سورہ مائدہ کی آیت کے بعد دوسری آیت میں ان صفات کو منافقین کی طرف منسوب کیا گیا ہے جیسا کہ اصحاب تفسیر نے ان آیات کا شان نزول بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

فتری الذ ین فی قلوبهم مرض یسارعون فیهم یقولون نخشیٰ ان تصیبنا دائرة ،فعسی الله ان یاتی بالفتح او امر من عنده فیصبحوا علی مآ اسروا نادمین.

''تم دیکھتے ہو جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ انہی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہم کسی مصیبت کے چکر میں نہ پھنس جائیں۔ مگر بعید نہیں کہ اللہ جب تمہیں فیصلہ کن فتح بخشے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کرے گا تو یہ لوگ اپنے اس نفاق پر جسے یہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں نادم ہوں گے''

آیت میں کفار سے دوستی منافقین کی صفت بتائی گئی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے مرض کا معنی شک وشبہ سے اور نفاق کیا ہے۔ ''**یسارعون فیهم**'' یعنی ظاہر وباطن میں ان سے تعلقات بہتر بنانے کی دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ اپنی اس سے دوستی اور مودت کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ کافروں کا مسلمانوں پر غلبہ ہونے پر قوی امکان ہے، اس لئے ان کے ساتھ تعلقات بنا کر رکھے جائیں تاکہ ہمیں (مسلمانوں کے) بعد کوئی بڑا نقصان نہ اٹھانا پڑے اور ان تعلقات کے فوائد حاصل کئے جائیں۔

سورہ مائدہ کی مندرجہ ذیل آیات ۵۳ تا ۵۶ اسی موضوع سے متعلقہ ہیں:

ویقول الذ ین امنوا اَ هؤلاء الذ ین اقسموا بالله جهد ایمانهم انهم لمعکم ، حبطت اعمالهم فاصبحوا خسرین ، یا ایها الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم و یحبونه اذلة علی المومنین اعزة علی الکافرین یجاهدون فی سبیل الله ولا یخافون لومة لائم ذلک فضل الله یوتیه من یشاء ، والله واسع علیم ، انما ولیکم الله ورسوله والذ ین آمنوا الذ ین یقیمون الصلوة و یوتون الزکوة وهم راکعون ، ومن یتول الله ورسوله والذ ین امنوا فان حزب الله هم الغلبون.

''اور (اس مصیبت کے وقت) مسلمان (تعجب سے) کہیں گے کہ یہ وہی ہیں جو اللہ کی سخت سخت قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ان کے عمل اکارت گئے اور وہ خسارے میں پڑ گئے، اے ایمان والوں اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا کر دے گا جس کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں، اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں، یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اور اللہ بڑی کشائش والا (اور) جاننے والا ہے، تمہارے دوست تو اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ دیتے اور (اللہ کے آگے) جھکتے ہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا (وہ تو اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور) یقیناً اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانیوالی ہے''۔

محولہ بالا چاروں آیات یہود ونصاریٰ سے ''**تولی**'' کے متعلق ارشاد فرمائیں ہیں اور اس تولی سے مرتد ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں۔ آیت میں کہا گیا ہے کہ وہ حلفیہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں لیکن قرآن نے انہیں کفار سے دوستی گانٹھنے کی وجہ سے جھوٹا کہا ہے حالانکہ وہ اپنی زبانوں سے مسلمانوں کے ساتھ ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔

امام ابن جریرؒ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں ''مومن انتہائی تعجب سے کہتے ہیں واللہ! یہ تو بڑے جھوٹے منافق اور اللہ کا نام لے کر جھوٹی قسمیں کھانے

والے ہیں (ہم ان پر بھروسہ کرتے رہے) حالانکہ یہ تو اپنی قسموں میں جھوٹے تھے''۔

قرآن نے ان کے لئے لفظ ''**حبطت اعمالهم**'' استعمال کیا ہے۔اعمال کی بربادی ہمیشہ کفر کی وجہ سے ہوتی ہے قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے:

والذين كذبوا بايتنا ولقاء الاخرة حبطت اعمالهم هل يجزون الا ماكانوا يعملون. (اعراف)

''اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے آنے کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو جائیں گے، یہ جیسے عمل کرتے ہیں ویسا ہی ان کو بدلہ ملے گا''۔

اور اسی طرح سورہ توبہ آیت ۱۷، المائدہ آیت ۵۱، سورہ زمر آیت ۶۵ میں بھی ارتکاب کفر کے ساتھ ''**حبطت اعمالهم**'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

کتاب ''صارم مسلول'' میں امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں ''اعمال کی بربادی کفر کی وجہ سے ہوتی ہے اور کفر کے علاوہ اور کسی گناہ سے سارے اعمال کے ضائع ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ کیونکہ جو ایمان پر مرے گا وہ ایک دن ضرور جنت میں داخل ہوگا، اگر اس کے تمام اعمال ضائع ہو چکے ہوں گیں تو پھر وہ کس عمل کی بنا پر جنت میں جا سکے گا، اعمال کو وہی چیز گرانے والی ہے جو ایمان کی ضد ہو اور وہ کفر ہے۔اصول شریعت کا یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے''۔

کفار سے دوستی کرنے والوں کے لئے قرآن نے ''**فاصبحوا خاسرين**'' کا لفظ استعمال کیا ہے، پورے اعمال ضائع ہونے کے بعد اس خسارے سے دنیا اور آخرت کا خسارہ مراد ہے۔سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۷ میں ارشاد ہوا۔

ومن يرتد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فاؤلئک حبطت اعمالهم فى الدنيا والاخرة.

''تم میں سے جو کوئی اس دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا اس کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے''۔

مرتد ہونے کی ایک اور دلیل قرآن کے یہ الفاظ ہیں ''**ومن يرتد منكم عن دينه**'' اور اس آیت کا سیاق کفار سے تولی کے متعلق ہے۔

امام ابن تیمیہؒ فتاوی میں لکھتے ہیں: ''اسلام میں جب بھی کبھی کسی گروہ نے ارتداد کیا تو اللہ تعالیٰ ضرور ایسے گروہ کو پیدا کرتا رہتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے، وہ اللہ کی طرف سے جہاد کرتے ہیں اور یہی طائفہ منصورہ ہوا کرتا ہے جو تا قیامت اپنا یہی فریضہ انجام دیتا رہے گا'' ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ اس (البقرہ ۲۱۷) آیت میں پچھلی آیات کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو دین اسلام سے ارتداد کریں اور ارتداد سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ سے دوستی نہ لگائیں۔آیات کے مخاطبین صرف وہ لوگ نہیں ہیں جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے بلکہ ہمیشہ ان آیات کے مخاطبین انہیں صفات کے حامل رہیں گے۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ سے دوستی لگا کر مرتد ہونے کے بعد دین اسلام کو ذرا برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے بلکہ اللہ اپنے فضل سے ایک اور گروہ کو اٹھائے گا جسے وہ پسند کرتا ہوگا اور وہ اللہ کو پسند کرتے ہوں گے۔اور مومنین سے دوستی گانٹھیں گے اور یہود ونصاریٰ اور کفار سے دوستی نہیں کریں گے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہوں گے اور اللہ تا قیامت اپنے دین کی نصرت کرتا رہے گا''۔

کفار سے تولی ایک ارتداد کا فعل ہے اس کی دلیل آیات کا سیاق ہے جو عربی قاعدے کی رو سے حصر کے صیغے میں ہے اور تفسیر کا علم رکھنے والے حصر کے صیغے کی دلالت جانتے ہیں، آیت میں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ لوگ جو ایمان لائے ان سے محبت رکھنے والوں کو حزب اللہ کہا گیا ہے جس کے مفہوم میں اس کا متضاد یعنی کفار سے محبت رکھنا حزب الشیطان ہونا شامل ہے، سورہ مجادلہ کی آخری آیت میں یہ متضاد مفہوم پوری طرح صریح الفاظ میں موجود ہے:

اولئک حزب الشيطان الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون ''یہ شیطانی لشکر ہے کوئی شک نہیں کہ شیطانی لشکر ہی خسارہ پانے والا ہے''۔

اس سورت کی آیت نمبر ۵۷ میں شیخ عبداللطیف آل شیخ ''الدرر'' میں لکھتے ہیں ''**واتقوا الله ان كنتم مومنين**'' میں لفظ ''ان'' شرطیہ ہے جس کا مطلب ہے اہل کتاب سے دوستی رکھنے سے ایمان کی نفی مراد ہے اور ایسا شخص پھر مومن نہیں رہتا۔

سورہ آل عمران آیت نمبر ۲۸ میں فرمایا:

لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء الآ ان تتقوا منهم تقٰة ، ویحذرکم اللہ نفسه ، والی اللہ المصیر.

''مومنین اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست ہرگز نہ بنائیں، جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، ہاں یہ معاف ہے کہ تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے بظاہر ایسا طرز عمل اختیار کر جاؤ مگر اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے''۔

اس آیت میں ''**ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء**'' کا صیغہ استعمال ہوا ہے جس کی تفسیر میں امام ابن جریرؒ لکھتے ہیں ''یہود و نصاریٰ کو اپنی پشت پناہ اور دوست مت بناؤ وہ اپنے دین پر ہوں اور تم ان سے دوستی نہ لگاؤ نہ مسلمانوں کے خلاف ان کی پشت پناہی کرو، نہ مسلمانوں کی جاسوسی کر کے ان کی کمزوریاں ان پر عیاں کرو، جس نے ایسا کیا ''**ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء**'' میں شمار ہوگا۔ یعنی اللہ اس سے لاتعلق ہوا اور وہ خود اللہ سے لاتعلق ہوگیا، کیونکہ وہ اپنے دین سے مرتد ہوگیا اور کفر میں داخل ہوگیا۔ ہاں اگر تم پر ان کا تسلط ہے اور تمہیں اپنی جان جانے کا خطرہ ہو تو محض زبانی دوستی کا اظہار کر سکتے ہو لیکن باطن میں عداوت رکھنا واجب ہوگا، ان کے کفر میں ان کا ساتھ پھر بھی حرام ہے اور نہ کسی مسلمان کے خلاف ان کی مدد کرو''

سورہ نساء آیت نمبر ۱۳۹ میں فرمایا:

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ،أیبتغون عندهم العزة فان العزة للـــه جمیعا

''جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں ان (کفار) کے پاس جاتے ہیں حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے''۔

مومنوں کو چھوڑ کر کفار کو اپنا دوست بنانا آیت میں منافقین کا طرز عمل بتلایا گیا ہے، امام ابن جریرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کو بشارت دے دو جنہوں نے مومنوں کو چھوڑ کر اہل کفر کو اپنا دوست بنا رکھا ہے اور میرے دین سے الحاد کر لیا ہے۔ کیا وہ ان سے دوستی لگا کر طاقت اور قوت حاصل کرنے کے خواہ ہیں دراصل یہی ذلیل اور کمزور ہیں۔ کیا انہیں مومنین سے دوستی لگا کر قوت پانے کا یقین نہیں ہے حالانکہ اللہ کے پاس ایسی طاقت ہے کہ جسے چاہے عزت اور سرفرازی سے نوازے اور جسے چاہے ذلیل و خوار کر کے رکھ دے''

سورہ حشر آیت نمبر ۱۱ میں فرمایا:

الم تـر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانهم کفروا من اهل الکتاب لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدا ابدا ، وان قوتلتم لننصرنکم ، واللہ یشهد انهم لکذبون.

''کیا تو نے منافقوں کو نہ دیکھا، اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں اگر تم جلاوطن کئے گئے تو ضرور بالضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے اور تمہارے بارے میں ہم کبھی کسی کی بات نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی جائے گی تو بخدا ہم تمہاری مدد کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ پکے جھوٹے ہیں''۔

یہ آیت بھی مفسرین نے سابقہ آیت کے سیاق میں بیان کی ہے شیخ سلیمان بن عبداللہ ''الدرر'' میں لکھتے ہیں: مشرکوں سے خفیہ طور پر مدد اور نصرت کا وعدہ کرنا نفاق اور کفر سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ منافقین کا مشرکوں کے ساتھ یہ جھوٹا معاہدہ تھا اور وہ فی الواقع ایسا کرنے کا عزم نہیں رکھتے تھے پھر جو اس مدد اور نصرت کے معاہدے بر سر عام اور اعلانیہ کریں ان کا حکم سنگین تر ہے''

سورہ مائدہ میں فرمایا:

لـعـن الـذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسی ابن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون ،کانوا لا یتناهون عـن مـنـکـر فـعـلـوه ، لبئس ماکانوا یفعلون ، تری کثیرا منهم یتولون الذین کفروا لبئس ما قد من لهم انفسهم ان سخط اللہ علیهم وفی العذاب هم خلدون ، ولو کانوا یومنون باللہ والنبی وما انزل الیه ما اتخذوهم اولیاء ولکن کثیر منهم فاسقون.

''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ان پر داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہو گئے تھے اور حد سے تجاوز کرنے لگے تھے، انہوں نے ایک دوسرے کو برے افعال کے ارتکاب سے (بھی) روکنا چھوڑ دیا تھا جو انہوں نے اختیار کئے، بلا شبہ وہ بہت برا کرتے تھے ، آج تم ان میں سے بکثرت ایسے لوگ دیکھتے ہو جو (اہل ایمان کے مقابلہ میں) کفار کی حمایت اور رفاقت کرتے ہیں۔ یقیناً بہت برا انجام ہے جس کی تیاری ان کے نفسوں نے ان کے لئے کی ہے، اللہ ان پر غضبناک ہو گیا ہے اور وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں۔ اگر فی الواقع یہ لوگ اللہ اور پیغمبر اور اس چیز کو ماننے والے ہوتے جو پیغمبر پر نازل ہوئی تو کبھی (اہل ایمان کے مقابلہ میں) کافروں کو اپنا رفیق نہ بناتے، مگر ان میں تو بیشتر لوگ اللہ کی اطاعت سے نکل چکے ہیں''

(الف): آیات میں بنی اسرائیل کے جن اشخاص پر حضرات داؤدؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کے ذریعے لعنت کرنے کا ذکر ہے وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفار سے دوستی (بمعنی تولی) لگائی تھی۔

(ب): ان کے بارے میں ''**وفی العذاب هم خلدون**'' ہمیشہ کے عذاب کا ذکر ہوا ہے اور ہمیشگی کے عذاب کا کافر مستحق ہوا کرتا ہے، شیخ سلیمانؒ بن عبداللہ کہتے ہیں: ''کفار سے دوستی اللہ کی ناراضی اور عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہنے کا سبب ہے سوائے ایسے شخص کے جسے بصورت دیگر اپنی جان کے ہلاکت کا قوی خوف ہو''۔

(ج): امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں آیت کہ ان الفاظ میں: **ولو كانوا يومنون بالله والنبی وما انزل اليه ما اتخذوهم اولياء ولكن كثير منهم فاسقون**. لفظ ''**لو**'' کی وجہ سے یہ جملہ شرطیہ ہے جس سے مراد ہے کہ ایمان کے ساتھ کفار سے دوستی نہیں ہوسکتی اور ایمان اور کفار سے دوستی، ایک دل میں دو متضاد صفات اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔

شیخ سلیمان بن عبداللہؒ کہتے ہیں: ''کفار کی دوستی، اللہ پر اس کے رسول پر اور جو اس پر نازل ہوا ہے، اس کی نفی کر دیتی ہے اور یہ بہت سے افراد کے فاسق ہونے کا سبب ہے اور اس میں یہ فرق نہیں رکھا گیا کہ کیا واقعی وہ مصائب سے دوچار ہو جانے کا اندیشہ رکھتے تھے یا نہیں، یہی مرتدین کے بیشتر افراد کی کیفیت ہوا کرتی ہے''۔

مصنفؒ نے مذکورہ بالا دلائل کے علاوہ سورہ انفال آیت ۷۳، آل عمران آیت ۱۴۹، ۱۵۰ سورہ محمد آیت ۲۵، ۲۶ سورہ نساء ۷۶ اور ۹۷، سورہ بقرہ آیت ۱۹۳ سے امام ابن کثیرؒ اور دوسرے مفسرین کے حوالے سے ارتداد کے احکام لکھے ہیں جو اختصار کے پیش نظر تحریر نہیں کئے گئے لہٰذا اہمیت موضوع کے پیش نظر قاری کیلئے یہاں مذکورہ بالا آیات کا مطالعہ انشاءاللہ مفید ثابت ہوگا۔

صحیح احادیث سے دلائل

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ جو بخاری، مسلم اور دوسری کتب صحاح ستہ میں موجود ہے، علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر بن عوام اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تم روضہ خاخ کے مقام تک جلد از جلد پہنچو، وہاں تمہیں ایک عورت ہودے پر سوار ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے چھین لاؤ، ہم گھوڑے دوڑاتے ہوئے جب روضہ خاخ پہنچے تو وہاں واقعی وہ عورت دیکھی، ہم نے اسے تحکمانہ لہجے میں کہا کہ خط ہمارے حوالے کر دو، وہ کہنے لگی میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے، ہم نے کہا سیدھی طرح خط نکالتی ہو یا ہم تمہیں برہنہ کر دیں، اس پر اس نے اپنے جوڑے میں سے خط نکال کر دیا جسے ہم لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدمت میں حاضر ہوئے خط میں لکھا تھا: حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ کے چند مشرکوں کے نام، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر حملے کی بابت اطلاع تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہؓ کو بلا کر ان سے پوچھا، اے حاطب یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جلدی نہ فرمائیے، بات یہ ہے کہ میں قریش کے خاندان میں سے نہیں ہوں اور نہ ہی انہیں کچھ زیادہ عزیز ہوں مہاجرین کے وہاں عزیز و اقارب ہیں جو ان کے گھربار کی حفاظت کرنے کی دسترس رکھتے ہیں، میں نے یہ چاہا تھا کہ میں قرابت داری میں تو ان کا

شریک نہیں ہوں لہٰذا کچھ احسان ہی ان پر ایسا کر دوں جس کا پاس لحاظ کرتے ہوئے وہ میرے کنبہ کو نہ ستائیں۔ میں کچھ بھی اپنے دین سے نہیں پھرا اور نہ میں مسلمان ہونے کے بعد کافر ہونا پسند کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان سن کر فرمایا حاطب سچ کہتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس منافق کی گردن اڑانے دیجئے اور دوسری روایت میں (عمرؓ نے) کہا اس نے اسلام لانے کے بعد کفر کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے بدر کے معرکے میں شرکت کی ہے، اللہ نے بدر والوں کے دلوں کو دیکھ لیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے اب تم جو چاہو کرو میں تمہیں بخش ہی چکا ہوں''

اس واقعے سے یہ امر پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ کفار کی پشت پناہی اور نصرت کفر اور ارتداد ہے، عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے اجازت دیجئے میں اس منافق کی گردن ماردوں، دوسری روایت میں عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں'' **فقد کفر** '' بلاشبہ یہ کفر کا مرتکب ہوا ہے ایک تیسری روایت میں عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بعد کہا'' کیا وہ غزوہ بدر میں شامل نہ تھا؟'' کہا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا بجا ہے مگر آپ کے دشمنوں سے تعاون کرا کے اس نے اپنے آپ کو اس عہد سے الگ کر لیا ہے''۔

عمر رضی اللہ عنہ جیسے فقہی صحابہ کے نزدیک مسلمانوں کے خلاف کفار سے تعاون کفر اور ارتداد تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کو کہ ایسا شخص مرتد اور قابل گردن زنی ہے تصدیق کر دی لیکن حاطب رضی اللہ عنہ کے لئے بدری صحابی ہونے کی وجہ سے اس حکم کا خاص استثناء کہا تھا، خود حاطب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ مخبری کفر اور ارتداد کی وجہ سے نہیں کی ہے اور نہ ہی اسلام کے بعد کفر میں جانا چاہتا ہوں۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی مخبری کرنا خود حاطب رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی کفر وارتداد تھا۔

حاطب رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی تھے اور غزوہ بدر میں شریک ہو کر غازی بنے تھے اللہ کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کیا تھا، مذکورہ واقعے میں انہوں نے کسی کافر کی مدد نہ اپنے مال سے کی ہے اور نہ ہی طاقت فراہم کر کے، اس کے باوجود ان پر مذکورہ بالا حکم لگاتے ہوئے ان خدمات سے صرف نظر کیا جاتا ہے، وہ لوگ جو کفار سے تعاون کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف کفار کی پشت پناہی کرتے ہیں ان کا حکم بلاشبہ اس سے بڑھ کر ہے۔

عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ کے حقیقی چچا غزوہ بدر میں گرفتار ہو کر مدینے لائے گئے، جب اسیران بدر سے معاوضہ طے پا گیا تو عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں'' میں دراصل اسلام لا چکا تھا اور قریش کے ساتھ بامر مجبوری نکلا تھا'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' اللہ ہی آپ کے اسلام کے بارے میں بہتر جانتا تھا، اگر واقعہ یہی ہے جو آپ کہتے ہیں تو اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا جہاں تک ظاہری عمل کا تعلق ہے تو وہ ہمارے خلاف تھا آپ کو اپنا اور بھتیجے کا زر خلاصی ادا کرنا ہوگا'' (ابن ہشام)

عباس رضی اللہ عنہ مجبوراً قریش کے ساتھ نکلے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ظاہری حکم لگایا تھا اور ان کا معاملہ دوسرے مشرکین جیسا رکھا گیا تھا، ایسا شخص جو بلا کسی مجبوری مشرکین کی حمایت کرے اس کا شریعت اسلامی میں حکم کہیں بڑھ کر ہوگا۔

اس مسئلہ سے متعلق امام بخاریؒ محمد بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں:

مجھے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے نے بتایا کہ مجھے ابن عباس نے کہا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں میں بعض لوگ مشرکین کے لشکر میں شامل ہو کر ان کی تعداد اور دبدبے میں اضافے کا سبب بنتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ تیروں کی بارش میں انہیں بھی تیر لگ جاتے جس سے وہ ہلاک ہو جاتے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں یہ آیت نازل کی:

ان الذین توفاھم الملئکۃ ظالمی انفسھم .

'' وہ لوگ کہ جن کی فرشتے اس حال میں روح قبض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوتا ہے'' اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ کافروں کے لشکروں میں جو شریک ہوگا اس کا ظاہری حکم کفر کا ہے خواہ وہ بزور اس لشکر میں شامل کیا گیا ہو یا کسی اور وجہ سے اس لشکر میں شامل ہونا اس کی مجبوری بن گیا ہو۔

امام ابوداؤدؒ سمرہ سے روایت کرتے ہیں'' جس نے مشرک کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھا اور اس کے ساتھ رہائش اختیار کی وہ اُسی طرح ہے''۔

اس حدیث میں محض رہائش اور رہن سہن سے مندرجہ بالا حکم لگایا گیا ہے جبکہ اس کے مسلمان ساتھی نے مشرک کے دین کی موافقت نہیں کی، رہائش

تو کیا مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی اعلانیہ مدد کی جارہی ہے۔

فیض قدیر میں علامہ مناویؒ ابوداؤدؒ کی سابقہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اللہ کے دشمن کے رہن سہن رکھنا اوراس سے دوستی لگانے سے لازماًوہ اللہ تعالیٰ سے لاتعلقی کا اظہار کرتا ہے، جب کوئی اللہ سے ناطہ توڑدے تو پھر شیطان اس سے اپنا تعلق قائم کرکے اسے کفر کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے، علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ یہ ایک قابل فہم حقیقت ہے کہ آپ جس سے دوستی کریں اور پھر ساتھ اس دوستی کے اس کے ازلی دشمن سے بھی ہمدردی اور محبت رکھیں ایسا ہونا ناممکن ہے۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ ''نیل الاوطار'' میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اس حدیث کی رو سے کفار کے ساتھ رہائش رکھنا حرام ہے اور ان سے الگ تھلگ رہنا واجب ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں ائمہ کرام نے بحث کی ہے لیکن اس حدیث کا مفہوم قرآن کی اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے'' **فلا تقعدوا معهم انكم اذا مثلهم** ''تم ان کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی ان کے زمرے میں شمار ہوگے''۔

نیز دوسری روایت جو بہزبن حکیم سے مرفوعاً ہے کہ اللہ ایسے مسلمان کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا جو پہلے مشرک تھا، اوراسلام لانے کے بعد مشرکین کو چھوڑ کر الگ نہیں ہوجاتا۔

اس مفہوم کی ایک اور حدیث ابوداؤد اور جامع ترمذی میں دوسرے الفاظ سے مروی ہے کہ میں ایسے ہر مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں کے ساتھ مقیم ہے۔

اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے دلائل

صحابہ کرامؓ کا تولّی کفار کے مسئلے میں واضح عقیدہ تھا جس کا کچھ ذکر حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے واقعے میں ہم ذکر کرآئے ہیں مزید صحابہ کے اقوال درج ذیل ہیں:

عبد بن حمید، حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''تمہیں چوکنا رہنا چاہیے کہیں تم بلاسوچے سمجھے یہودی یا عیسائی نہ بن جاؤ'' اس کے بعد آپ نے سورہ مائدہ کی آیت ۵۱ تلاوت کی جو ہم پہلے باب میں ذکر کرآئے ہیں۔

سیرت کی کتابوں میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور مجاعۃ بن مرارہ کا واقعہ ہے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو ارتداد کرنے والوں کی سرکوبی پر مقرر کیا تھا، جب اس تحریک کو دبالیا گیا تو گرفتار ہونے والوں میں مجاعۃ بن مرارہ بھی تھے جو مرتدین کے ساتھ شامل تھے۔ مجاعۃ نے بہتیرا کہا کہ میں نے مسیلمہ کذاب کی اتباع نہیں کی تھی، میں بدستور مسلمان ہوں۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تم ان کے لشکر سے نکل کر ہمارے لشکر میں آکر شامل ہوجاتے جیسے ثمامہ بن اثال نے کیا تھا تو تمہارا عذر قابل قبول تھا۔ مسیلمہ کے لشکر میں شمولیت ہی کو خالد رضی اللہ عنہ نے دلیل بنایا اور مجاعۃ بن مرارہ کے ساتھ مسیلمہ کے دوسرے ساتھیوں کی طرح معاملہ رکھا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہد میں مسیلمہ، سجاح اور طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کردیا تھا، جن کے اوپر ارتداد کا حکم تمام صحابہؓ نے لگایا تھا اوران سے جنگیں لڑی گئیں۔ ارتداد کے فتنے کی سرکوبی کا جو طریقہ اصحاب رسول نے اختیار کیا تھا وہ اسی اصول کی بنا پر تھا اگرچہ مانعین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت کی صفوں میں جولوگ شامل تھے وہ سب کے سب پہلے مسلمان ہی تھے، پھران میں کئی لوگ مجبوراً یا قبیلے کے دباؤ یا اپنی سماجی مقام کی وجہ سے یا محض تماش بین کی حیثیت سے شامل ہوئے تھے اور بے شمار لوگ یا تو مجبور تھے یا پھر کم علم جس کی دلیل یہ ہے کہ جب فتنہ ارتداد فرو ہوگیا تو بے شمار لوگ دوبارہ مسلمان ہوگئے تھے خود طلیحہؓ نے توبہ کرلی تھی اور باقی زندگی اسلام کی بے مثال خدمت کرکے اپنی توبہ خالص ہونے پر دلیل قائم کرگئے تھے لیکن ارتداد کی جنگوں میں جو شخص مرتدین کی صف میں شامل تھا اس پر وہی احکام لگائے گئے تھے خواہ جنگ کے دوران میں یا گرفتاری کے بعد جو تمام دوسرے مرتدین پر لگائے گئے تھے اوران کا کوئی عذر قبول نہیں کیا گیا جس طرح حاطب رضی اللہ عنہ کے ساتھ استثناء کیا گیا تھا کیونکہ نبی علیہ السلام نے ان کے لیے رعایت، اللہ کے حکم وحی کی وجہ سے کی تھی۔

عقلی دلائل

نبی علیہ السلام نے فرمایا ''من جھز غازیا فقد غزی '' [صحیح البخاری] جس نے کسی مجاہد کو ساز و سامان سے لیس کیا گویا اس نے خود جہاد کیا۔ اسی طرح آپ کی ایک اور حدیث میں ہے ''ایک تیر سے اللہ تین قسم کے گروہ جنت میں داخل کرے گا۔ تیر بنانے والا اگر اس کا مقصد اس تیر کی تیاری میں خیر تھا، تیر انداز اور تیر تھمانے والا''۔

ان احادیث سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ جو اس کے برعکس جہاد کے کام میں روڑے اٹکائے یا مسلمانوں کی شکست میں تعاون کرتا رہے اپنے اس تعاون میں دشمن کا شریک کار سمجھا جائے گا، یعنی اس کا شمار طاغوت کے راستے میں لڑنے والے گروہ میں ہوگا۔

شریعت کے احکام سے جو فقہاء نے صحیح ترین قول کی توثیق کی ہے وہ یہ ہے کہ بالفعل جرم کرنے والا اور جرم میں تعاون کرنے والے شخص کا ایک ہی حکم ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ''اگر غارت گر گروہ کی صورت میں ہوں، ان میں سے کوئی ایک بالفعل کسی آلہ سے قتل کرے اور دوسرے اس کی حفاظت یا مدد کر رہے ہوں تو فقہاء کرام اس کی بات ایک سے زائد رائے رکھتے ہیں، ایک گروہ صرف بالفعل قتل کرنے والے پر حد لگانے کا حکم لگاتا ہے اور دوسرے اس کے ساتھی اپنے جرم کی سنگینی کے لحاظ سے تعزیر کے مستحق ہوں گے۔ ائمہ کی کثرت سب پر حد لگانے کا حکم کرتی ہے خواہ ان کی تعداد ایک سو ہے، خلفائے راشدین نے بھی دونوں کا ایک حکم لگایا تھا چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کرنے والے اور نگرانی کرنے والوں کو قتل کر دیا تھا قتل کرنے والا دوسروں کے تعاون سے قتل کرنے پر قادر ہوا تھا بصورت دیگر وہ قتل نہیں کر سکتا تھا''۔

اسی طرح نبی علیہ السلام نے غزوۂ بدر میں شریک لشکر اور اس کے کسی ایک دستے کی کاروائی میں سب کو برابر کا شریک رکھا ہے اگر چہ وہ دستہ امیر لشکر کے حکم سے کوئی کام کرے تو غنیمت میں اس کا حصہ زیادہ ہوتا ہے لیکن یہ دستہ جو بھی غنیمت حاصل کرتا ہے وہ اس دستے کا زائد حصہ منہا کر کے باقی تمام سپاہ پر تقسیم کی جاتی ہے۔

غزوۂ بدر میں نبی علیہ السلام نے طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی غنیمت میں سے برابر کا حصہ دیا تھا حالانکہ وہ گھمسان کے رن میں شریک نہیں تھے بلکہ نبی علیہ السلام نے انہیں ایک اور کام سونپ دیا تھا۔

اور اسی طرح اگر مسلمانوں کے دو گروہ کسی باطل کام پر برسر پیکار ہو جائیں مثلاً وطنیت یا قومیت کے جذبے کے تحت تو دونوں گروہ مع اپنے شرکاء کے جہنم میں جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر مسلمانوں کے دو گروہ لڑ جائیں تو دونوں آگ میں جائیں گے''، پوچھنے والے نے پوچھا قاتل کے دوزخ میں جانے کا جواز ہمیں سمجھ میں آتا ہے مقتول کس جرم میں سزا پائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''وہ بھی تو اسے قتل کرنے کی کوشش کر رہا تھا''۔

اسی طرح اگر کوئی قافلہ یا گروہ کسی کو قتل کر دے یا کسی کی کھیتی اور مال خراب کر دے تو پورے قافلے یا گروہ کو دیت یا نقصان کا جو بھی تخمینہ لگے ادا کرنا ہوگا خواہ یہ معلوم نہ ہو سکے کہ اس فعل کے اصل ذمہ دار کون ہیں۔

تاریخ اسلامی سے دلائل

تاریخ اسلامی میں ایسی بہت ساری مثالیں ملتی ہیں جن میں ایک مدعی اسلام نے کفار کے ساتھ تعاون کیا اور اس وقت کے علماء کرام نے اس کا حکم واضح کیا:

سب سے پہلا واقعہ غزوۂ بدر ہے جس میں مشرکین کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل تھے جو در پردہ اسلام لا چکے تھے لیکن مشرکین کے لشکر میں وہ موجود تھے جس سے ان کی تعداد بڑی لگتی تھی اور بعض معززین کی شمولیت سے مشرکین کے لشکر کی سماجی اور سیاسی حیثیت میں بھی اضافہ ہوا تھا۔

سورہ نساء آیت نمبر ۹۷ انہیں اشخاص کے متعلق نازل ہوئی تھی:

ان الـذ ین توفھم الملئکة ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم ، قالوا کنا مستضعفین فی الارض ، قالوا الم تکن ارض اللہ واسعةً فتھاجروا فیھا ، فاؤلئک ماوٰھم جھنم ، وساء ت مصیرا.

''جولوگ اپنےنفس پرظلم کرر ہے تھےان کی روحیں جب فرشتوں نےقبض کیں توان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے،انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزوراور مجبور تھےفرشتوں نے کہا کیااللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے یہ وہ لوگ ہیں جن کاٹھکانہ جہنم ہےاور وہ بڑاہی براٹھکانہ ہے''

بابک خرمی نے ۲۰۱ ہجری میں مشرکین کی سرزمین میں جاکرمسلمانوں کے خلاف جمیعت اکھٹی کر کے جنگ شروع کی اس کے بارے میں امام احمد نے فرمایا''وہ مشرکین کی سرزمین میں بیٹھ کرمسلمانوں کے خلاف جنگ کرار ہاہےاور ایسے آدمی کاحکم ارتداد کا ہے''۔[کتاب الفروع].

معتمد بن عباد اسپین میں طوائف الملوکی کے زمانے میں اشبیلہ کا حاکم تھااوراس نے مسلمانوں کے خلاف فرانس سے مدد لی تھی ، مالکی علماء نے اس کے ارتداد کافتویٰ صادر کیا تھا۔[استقصاء].

امام ابن کثیر''البدایہ والنہایہ'' میں لکھتے ہیں کہ مغیث عمر بن عادل نے ہلاکو سے سازباز کی اور مسلمانوں پر حملے کے لئے اس شرط کے ساتھ اکسایا کہ وہ صوبہ مصر کی حکمرانی سونپے جانے کا وعدہ دیا جائے۔اس پر ظاہر بیبرس نے جواس وقت حاکم تھا،فقہاء سے ایسے شخص کاحکم پوچھا تو انہوں نے اس کے ارتداداور قتل کافتویٰ دیا،جس کی دلیل پر اسےقتل کردیا گیا تھا۔

امام ابن تیمیہؒ نے ۷۰۰ ہجری میں اُن مسلمانوں کے اوپر ارتداد کاحکم لگایا تھا جنہوں نے شام پر حملے میں تاتاریوں کے ساتھ تعاون کیا تھا۔

۹۸۰ ہجری میں محمد بن عبداللہ،مراکش کے حاکم نے اپنے چچا مروان کے خلاف پرتگال سے مدد لی تھی ، مالکی فقہاء نے اس کے مرتد ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔[استقصاء].

تیرہویں ہجری کے شروع میں دعوت توحید کو دبانے کے لیے نجد کے علاقے پر کافروں نے حملہ کیا تھا جس کی پشت پناہی بعض مسلمانوں نے کی تھی ۔علمائے نجد نے ایسے لوگوں پر ارتداد کاحکم لگایا تھا،شیخ سلیمان بن عبداللہؒ نے کتاب''دلائل''میں اکیس دلیلیں ان کے مرتد ہونے پرتحریر کی ہیں۔

تیرہویں صدی کے نصف آخر میں پھر اہل نجد پر توحید کی دعوت دبانے کے لئے اسی طرح کا حملہ کیا گیا جس پر شیخ حمدؒ بن عتیق نے کتاب لکھی اوراس میں ان مسلمانوں پر ارتداد کاحکم لگایا جو کفار کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔کتاب کا نام''سبیل النجاۃ''ہے۔

چودہویں صدی ہجری میں الجزائر کے جن قبیلوں نے فرانس کی فوجوں کا ساتھ دیا تھا ان پر ارتداد کاحکم شمالی افریقہ کے مفتی ابوالحسن تسولی نے لگایا تھا جسے امیر عبدالقادرالجزائری نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

شیخ احمد شاکر نے مصر پر برطانیہ اور فرانس کے مشترکہ حملے کے دوران ان مسلمانوں پر ارتداد کاحکم لگایا تھا جنہوں نے مغرب کا ساتھ دیا تھا،ملاحظہ کریں ''کلمہ حق''

ایک صدی قبل جب یہودیوں نے فلسطین پر قبضہ کرلیا تو جامعہ ازہر کے دارلافتاء سے ان مسلمانوں کے کفر کافتویٰ صادر کیا گیا تھا جنہوں نے یہودیوں کے ساتھ تعاون کیا تھا،دارالافتاء کی سربراہی اس وقت عبدالمجید سلیم کے پاس تھی۔

اشتراکی انقلاب کا ساتھ جن مسلمانوں نے دیا تھاان کفر کافتویٰ سعودی عرب کے مفتی اعظم عبدالعزیز بن باز نے صادر کیا تھا۔

اہل علم کے اقوال

حنفی مذہب:احکام قرآن میں ابوبکرؒ جصاص سورہ توبہ آیت نمبر ۲۳ میں لکھتے ہیں:

یاایھا الـذ یـن آمنوا لا تتخذوا آباؤ کم و اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ، ومن یتولھم منکم فاؤلئک ھم

الظلمون.

''اے اہل ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مدمقابل کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں''

اس آیت میں کفار سے دوستی ان کی حمایت یا ان سے مدد لینا یا انہیں مسلمانوں کے امور سونپنا ان تمام امور سے سختی سے منع کیا گیا ہے اور کافروں سے برأت واجب قرار دی گئی ہے اور اسی طرح ان کی عزت افزائی کرنا بھی حرام ہے، خواہ وہ کسی مسلمان کے والدین ہوں یا بھائی بند، منافقین سے مومنین کی شناخت کے لئے قرآن نے یہی موالات کفار کو ہی پیمانہ رکھا ہے۔ جب کہ آل عمران آیت نمبر ۲۸ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

لا یتخذ المومنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ، ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شی ء الآ ان تتقوا منھم تقٰة ، ویحذرکم اللہ نفسه ، والی اللہ المصیر.

''مومنوں کو چاہیے کہ مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں، ہاں اگر اس طریق سے تم (ان کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرلو (تو مضائقہ نہیں) اور اللہ تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف (تم کو) لوٹ کر جانا ہے۔

''**الآ ان تتقوا منھم تقٰة**'' یعنی ان لوگوں کے لیے استثناء ہے جن کی جان جانے یا جسمانی معذوری کا ڈر ہو تو ان کے لیے ظاہری طور پر مودت کا اظہار کرنے کا جواز ہے اور یہی جمہور مفسرین کی رائے ہے۔

عبداللہ بن احمد نسفی سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' کافروں کی مدد کرنا اور ان سے مدد لینا دونوں حرام ہیں اسی طرح انہیں بھائی بنانا یا ان کے ساتھ رہائش اختیار کرنا جیسی مسلم معاشرے میں ہوتی ہے (یعنی گھل مل کر رہنا بھی) حرام ہے۔ **ومن یتولھم منکم فانه منھم** یعنی اس کا حکم بھی انہیں کی طرح ہے''۔

قاضی محمد احمد عمادی آیت کے اس جملے کی تفسیر میں لکھتے ہیں'' کسی کے دین میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان سے محبت اور دوستی رکھتا ہو ان آیات میں مومنین کی ظاہری مودت کو سختی اور پوری شدت سے منع کیا گیا ہے خواہ دل میں محبت بھی نہ ہو اور ان **اللہ لا یھدی القوم الظالمین** سے مراد ہے کہ انہیں ایمان نصیب نہیں ہوا کرتا، اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے حال کو اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے اور وہ کفر اور گمراہی میں گر جاتے ہیں''۔

مالکی مذہب: امام قرطبیؒ آیت کے سابقہ جملے کی تفسیر میں لکھتے ہیں'' یعنی جو مسلمانوں کے خلاف کفار کی قوت بڑھاتا ہے اس کا حکم کفار کی طرح ہے اسے مسلمانوں کی وراثت نہیں مل سکتی کیونکہ وہ مرتد ہو کر مرا اگرچہ یہ آیات عبداللہ بن ابی کے لئے نازل ہوئی تھیں مگر ان کا حکم تا قیامت باقی رہے گا''۔

مالکی مذہب کے ایک جلیل القدر امام برزلیؒ لکھتے ہیں کہ امیر المسلمین یوسفؒ بن تاشفین کے خلاف ابن عباد نے فرانس سے مدد حاصل کی تھی تو مالکی مذہب کے تمام فقہاء نے اس کے مرتد ہونے کا فتویٰ صادر کیا تھا۔

احمد بن علیش سے ان مسلمانوں کا حکم دریافت کیا گیا جن کے علاقوں پر کفار کا قبضہ ہو گیا تھا اور وہ پھر بھی انہیں مفتوحہ علاقوں میں کفار کے زیر تسلط رہنا اختیار کرتے ہیں اور دوسرے علاقوں کی جانب ہجرت نہیں کرتے۔

علامہ علیش نے اپنے طویل فتوے میں جن اہم امور پر روشنی ڈالی تھی ان میں سے ایک پیراگراف ہمارے موضوع کے متعلق بھی تھا وہ لکھتے ہیں:

''ایسی صورت صدر اسلام میں مفقود تھی اور نہ ہی آئمہ اربعہ کے زمانے میں اس طرح کی کوئی صورت پیش آئی تھی اس لئے ان آئمہ کرام یا ان سے پہلے تابعین اور صحابہ کرام نے ایسی صورت پر کوئی مفصل فتاوی صادر نہیں کئے تھے''۔ عیسائیوں کے ساتھ گھل مل کر رہنے کی صورت پانچویں صدی ہجری میں اندلس کے بعض علاقوں میں سامنے آئی تھی جیسے جزیرہ صقلیہ، اس وقت مفتیان عصر سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تھا، انہوں نے ایسے مسلمانوں کے احکام نبی علیہ السلام کے زمانے کے ان مسلمانوں کی طرح بیان کئے تھے جنہوں نے اسلام لانے کے بعد دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی تھی۔ علامہ علیش کہتے ہیں'' یعنی ان کے احکام وہی تھے جو اہل کفر کے تھے اللہ کے دشمنوں کا سا لباس، رہن سہن، ثقافت اور گھل مل کر رہنا اور اپنی الگ سے واضح شناخت نہ رکھنا اور اس طرح ہجرت نہ کرنا

جو ان پر فرض تھی انہیں کفار کے حکم میں داخل کر دیتا ہے''۔

شافعی مذہب: امام بیضاوی سورہ مائدہ کی آیت ۵۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ قول اللہ جل شانہ ''ومن یتولهم منکم فانه منهم'' ایسا شخص انہیں کے زمرے میں شمار ہوگا۔ کفار سے الگ تھلگ ہو کر رہنا واجب ہے جیسے کہ نبی علیہ السلام نے آتش پرستوں کے علاقے میں رہنے والے بادیہ نشینوں سے کہا تھا کہ تم ان کے محلوں سے اتنی دور رہو جہاں ان کا آتش کدہ اور اس کی آگ تمہیں دکھائی نہ دے۔ یہ آیت منافقین کے متعلق نازل ہوئی تھی اور منافق کا حکم معلوم ہے۔

حافظ ابن حجر ''اذا انزل الله بقوم عذاباً اصاب العذاب من کان فیهم ثم بعثو علی اعمالهم'' حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فتح الباری میں لکھتے ہیں: کافروں اور ظالموں سے الگ تھلگ رہنا بھی اس حدیث سے مستنبط ہوتا ہے، ان کے ساتھ گھل مل کر رہنا ہلاکت میں پڑنے کے مترادف ہے، یہ حکم تو اس شخص کا ہے جو کفار سے کسی قسم کا تعاون نہیں کرتا اور نہ ہی ان کے کسی کام پر راضی ہوتا ہے بلکہ وہ ایک طرح اپنی آزاد زندگی گزار رہا ہوتا ہے، ہاں اگر اس نے کفار کے ساتھ تعاون کیا یا ان کے اقدامات پر رضامندی ظاہر کی تو پھر اس کا حکم اور کفار کا حکم ایک ہے۔

علامہ عبدالباری الیمانی تیرھویں صدی کے ایک جلیل القدر امام تھے ان سے سوال کیا گیا کہ مسلم ممالک میں رہنے والے بعض مسلمان بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ ہم تو عیسائیوں کی رعایا ہیں اپنی اس وابستگی کے اظہار کے لئے وہ اپنی تجارتی کشتیوں پر انہیں ملکوں کے پرچم لہراتے ہیں، ان کے بارے میں شرعی موقف کیا ہے؟

جواب: اگر مذکورہ بالا طرز عمل جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے ہے یعنی ان کے دلوں میں اسلام سب ادیان سے برتر اور اعلیٰ ہونے کا عقیدہ راسخ ہے اور اسی طرح اسلامی شریعت کو باقی سب شریعتوں سے محکم ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے ہوں اور سوال میں مذکورہ اپنے افعال کی توجیہ کفار کی عظمت اور ان کے برتر ہونے کی وجہ سے نہ کرتے ہوں تو وہ بدستور مسلمان سمجھے جائیں گے اور مسلمان کے احکام ان پر لاگوں ہوں گے اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں جس کی انہیں سزا بھی دی جانی چاہئے جو عبرتناک ہو مگر حد تک نہ پہنچے لیکن اگر وہ اسلام کے احکام سے واقفیت رکھتے ہوئے یہ کام کرتے ہیں تو ان سے توبہ کروائی جائے اگر وہ اپنے طرز عمل کو ترک کر دیں اور اللہ کی طرف لوٹ آئیں تو ٹھیک بصورت دیگر وہ اسلام کے دائرے سے نکل گئے، اس کے ساتھ ساتھ اگر وہ کفر کی تعظیم کرتے ہوں تو پھر مرتد ہیں اور ان پر مرتدین کے احکام لاگوں ہوں گے۔

حنبلی مذہب: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اس مسئلے پر اپنے فتاویٰ میں مفصل روشنی ڈالی ہے جس کے چند اقتباسات ہ گزشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں، تاتاریوں کے بارے میں ان کا فتویٰ تھا کہ مسلمانوں کی سپاہ سے یا عام شہریوں سے جو شخص تاتاریوں کے کیمپ میں شامل ہوگا اس کا حکم وہی ہے جو تاتاریوں کا ہے۔

حنبلی مذہب میں کفار کے موالات کے احکامات بڑی تفصیل سے موجود ہیں جو ہم آخری باب میں ذکر کریں گے۔

ظاہری مذہب: ابن حزم محلّی میں سورہ مائدہ آیت نمبر ۵۱ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا حال بتاتا ہے جو کفر کرنے والوں کے ساتھ اپنے آپ کو مصائب سے بچانے کے لئے دوستی کے لئے بھاگ دوڑ کرتے ہیں دوسری طرف ایمان لانے والے ان کفر کرنے والوں سے کہتے ہیں اهو لاء الذین اقسمو بالله جهد ایمانهم انهم لمعکم ان لوگوں کے اعمال اس لئے برباد ہو گئے کہ انہوں نے کفر کرنے والوں کی طرف جھکاؤ کیا تھا اس لئے وہ کفار ہو گئے''۔

اپنے فتوے میں لکھتے ہیں: ''جو دارالکفر کے بلاک میں جا کر شامل ہو جائے جو دارالحرب بھی ہو اور یہ کام اس نے اپنی آزاد رائے سے کیا ہو اور مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار ہو تو وہ پکا مرتد ہے اور مرتد کے سارے احکام اس پر لاگو ہو گئے، اسے قتل کرنا واجب ہوگا جب بھی اس کا موقع ملے اور اس کا مال، غنیمت میں شمار ہوگا۔ اس کا نکاح فسخ ہو جائے گا کیونکہ نبی علیہ السلام کسی مسلمان سے برأت کا اظہار نہیں کرتے جیسا کہ ایسے شخص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم برأت کرتے تھے''۔

مزید فرمایا کہ اگر دارالحرب میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک ہوتا ہے یا کفار کے لئے کوئی فریضہ انجام دیتا ہے جیسے سروسز یا

دفتری امور تو وہ کافر ہے، اگر دارالحرب میں اس رہنے کی وجہ دنیا کمانا ہے اور وہ گویا ان کا ذمی بن کر رہتا ہے، اس کے لئے مسلم اکثریت والے علاقوں میں آنا ناممکن ہے تو ایسی صورت میں بھی وہ کفر سے دور نہیں ہوتا، دنیا کمانا ایسی صورت میں قابل عذر نہیں ہے''۔

اسی طرح ''**ومن یتولھم منکم**'' کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ انہی کی طرح کافر ہے اور اس میں مسلمانوں کے درمیان دو آرائیں نہیں پائی جاتیں۔

دیگر آئمہ اجتہاد اور عصر حاضر کے علماء کرام کے اقوال

امام ابن جریرؒ اپنے وقت کے ایک مجتہد امام تھے ان کے مذہب نے باقاعدہ عوام میں رواج بھی پالیا تھا اور انہیں جریر کہا جاتا تھا۔ ابن جریرؒ کے تفسیری اقوال ہم گزشتہ صفحات میں سورہ آل عمران آیت ۲۸ کی تفسیر میں ذکر کر آئے ہیں۔

محمد بن علی شوکانیؒ اپنی تفسیر میں سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں'' آیت میں نہی سے مراد انہیں اس طرح کا دوست بنانا ہے جیسے گھل مل کر رہنا، نصرت اور تعاون کرنا اللہ تعالیٰ نے اس کی تعلیل خود بیان کی ہے''۔

''**بعضھم اولیاء بعض** ''یعنی یہودی دوسرے یہودی کا دوست ہوتا ہے اور عیسائی اپنے دوسرے ہم مذہب کا دوست ہوتا ہے، یہ مراد نہیں کہ یہود عیسائیوں کے دوست ہوتے ہیں کیونکہ ان دونوں مذاہب میں شدید اختلاف اور عداوت پائی جاتی ہے اگر چہ ان دونوں ملتوں میں سخت اختلاف ہے۔

آیت کا مصداق یہ ہے کہ نبی علیہ السلام اور مسلمانوں کے خلاف جن کی دوستی ہوتی ہے وہ کفار کے طریقہ پر ہوتے ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس مشابہت سے منع کیا گیا ہے تاکہ وہ ان کے زمرے میں شمار نہ ہوں آیت کا جملہ ''**ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین** '' سے مراد ہے کفر میں پڑنے کی وجہ سے اللہ انہیں ہدایت کی توفیق نہیں دیتا کفار سے موالات ایسا ظلم ہے جو کفر کو واجب کر دیتا ہے۔

شیخ جمال الدین قاسمی سورہ مائدہ کی محولہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:'' وہ کفار کے گروہ میں سمجھا جائے گا اور اس کا حکم وہی ہے جو کفار کا ہے خواہ وہ اپنے تئیں یہ سمجھتا رہے کہ اس کا دین اہل کتاب سے الگ ہے''۔

محمد رشید رضا تفسیر منار میں لکھتے ہیں:'' فرانس نے تیونس پر قبضہ کیا ہوا ہے اس لئے کسی مسلمان کے لئے فرانس کی شہریت اختیار کرنا حرام ہے اور یہ ارتداد ہے، کیونکہ وہ اپنی رضامندی سے شہریت اختیار کرتا ہے بلکہ اس کے حصول کے لئے بھاگ دوڑ اور حکومت فرانس کو شہریت اختیار کرنے کے لئے حکومتی مقرر کردہ معاوضہ بھی ادا کرتا ہے اس طرح وہ اپنے مال سے فرانس کی طاقت میں تو اضافہ کرتا ہی ہے لیکن اگر حکومت فرانس اپنے کسی مسلمان شہری کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر بھیجے تو اسے اس شہریت کی وجہ سے حکم بھی ماننا ہوتا ہے اور ضرورت کے وقت حکومت لازماً اسے طلب کر سکتی ہے اس قسم کی شہریت کو حلال سمجھنا اجماعاً کفر ہے''۔

جامع ازہر کے دارالافتاء سے فلسطین کے خلاف یہودیوں کی مدد کرنے والے کا حکم پوچھا گیا۔ دارالافتاء کے طویل فتوے سے چند اقتباسات:

ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعت کا فرد سمجھتا ہے اگر وہ ان دشمنوں کی مدد اور تعاون کرے تو وہ اہل ایمان میں شمار نہیں ہوتا، اس طرح وہ مسلمانوں کی تنظیم سے نہ صرف لاتعلق ہو جاتا ہے بلکہ وہ ان کے خلاف جنگ میں شریک ہو جاتا ہے، مسلمانوں کے دین سے نکل جاتا ہے اس طرح وہ شدید ترین فعل سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کھلی دشمنی کا اعلان کرتا ہے، بلاشبہ جو ایسا کام کرتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے سے کوئی بھی چیز پر باقی نہیں رہتا، اسلام اور مسلمان اس سے بری ہیں، وہ اپنے اس کام سے اعلان کر دیتا ہے کہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے نہ اس کے دل میں مسلمان ملکوں کا احترام ہے جس شخص پر یہ بات واضح ہوگئی اور اس کے باوجود یہودیوں سے تعاون جاری رکھتا ہے تو وہ دین اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے، اس کا زن وشوئی کا تعلق ختم کروایا جائے گا بیوی کا اس شخص سے رابطہ کرنا حرام ہوگا۔ اس کا نماز جنازہ مسلمان نہیں پڑھائیں گے اور وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کیا جائے گا۔ مسلمان اس سے اپنے تعلقات منقطع کر دیں اسے ''السلام علیکم'' نہ کہیں۔ بیمار پڑے تو اس کی عیادت نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ وہ توبہ نہیں کر لیتا اور اس کا اثر اس کی زندگی پر مرتب نہیں ہو جاتا۔ اس وقت تک اس کا حکم مرتد کا حکم رہے گا۔

احمد محمد شاکر اپنے طویل فتویٰ میں لکھتے ہیں جو ''کلمہ حق'' کے نام سے مطبوع ہو چکا ہے۔ یہ فتویٰ مصر کے مسلمانوں کے لئے خاص طور پر عرب و دیگر مسلمانوں کے لئے عام طور پر تحریر کیا جا رہا ہے۔ اس فتوے کا عنوان ہے ''فرانس اور برطانیہ کے مسلمانوں پر استعمار کے دوران جو مسلمان ان سے تعاون کرے اس کا کیا حکم ہے''

انگریزوں سے کسی قسم کا تعاون خواہ اس کی نوعیت کم ہو یا زیادہ بدترین ارتداد ہے اور واضح ترین کفر ہے جسمیں کسی قسم کے عذر کو قابل التفات نہیں سمجھا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل کا موقع دیا جائے گا۔ اس کا یہ حکم نہ وطنی عصبیت نہ سیاسی وابستگی اور نہ منافقانہ چاپلوسی کی وجہ سے منسوخ ہو سکتا ہے، خواہ یہ تعاون انفرادی طور پر پیش کیا جائے یا حکومتی یا سرکردہ افراد پیش کریں، یہ سب کے سب کفر اور ارتداد میں برابر کے شریک ہوں گے، سوائے جاہل اور خطا کار کے جس نے مرنے سے پہلے اس کا تدارک کر لیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرنے کا اسے موقع فراہم ہو گیا اور باقی زندگی اس نے مومنین کی طرز پر گزاری تو امید ہے اللہ تعالیٰ اس سے درگزر کرے بشرطیکہ یہ خالص وجہ اللہ کے لئے توبہ کی گئی ہو نہ حکومت کی ایماء پر اور نہ کسی سیاسی مقصد کے لئے۔

مجھے یقین ہے میں انگریز کے خلاف جہاد کے وجوب اور تعاون کرنے والے کے مرتد ہونے کا مفصل اور عام فہم جواب دے دیا ہے جسے عام عربی دان طبقہ سمجھ سکتا ہے۔

مجھ یقین ہے کہ ان سطور کو پڑھنے کے بعد قاری اس بدیہی حکم کو سمجھ لے گا جو کسی دلیل کا بھی محتاج نہیں، فرانس کا حکم بھی برطانیہ کا سا ہے تمام مسلمانوں کے لئے خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں بستے ہوں فرانسیسیوں کی مسلمانوں سے نفرت اور اسلام کو مٹانے میں ان کی عصبیت اور اسلام سے ان کی عداوت انگریزوں سے کئی گناہ زیادہ ہے بلکہ وہ اپنی عصبیت اور بغض میں جنونی ہوتے ہیں، وہ ہر اس جگہ مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہیں جہاں وہ طاقت پکڑتے ہیں اور ہمارے مسلمان بھائیوں پر ایسے مظالم کرتے ہیں جس کے سامنے برطانیہ کے مظالم بھی جواب دے جاتے ہیں۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کا قتل کسی جگہ بھی کرنا حلال ہے ان کے مال کو لوٹنا بھی حلال ہے کسی مسلمان کے لئے بھی خواہ وہ دنیا کے کسی گوشے میں رہتا ہو انگریزوں اور فرانسیسیوں سے تعاون کرنا حرام ہے، اس تعاون سے وہ مرتد اور دین اسلام سے خارج ہو جائے گا خواہ اس تعاون کی نوعیت کسی بھی قسم کی کیوں نہ ہو، دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

خبردار! ہر مسلمان کو جان لینا چاہئے خوہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں رہتا ہو، مسلمان پر جبر کرنے والے کسی کافر دشمن اسلام کے ساتھ جس نے تعاون کیا خواہ وہ انگریز ہو یا فرانسیسی یا ان جیسے کوئی اور کافر اس تعاون کی نوعیت جس قسم کی ہو، نہ صرف یہ بلکہ اگر وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا اور قوت اور قدرت کے باوجود ان سے نہیں بھڑ تا یا جو کچھ وہ کرنے پر قادر ہے وہ نہیں کرتا، اگر کفار کی نصرت محض اپنی زبان ہی سے کرتا ہو جو اس قسم کے کسی کام کا مرتکب ہو گا اس کی نمازیں باطل ہیں اس کی تینوں قسم کی طہارت باطل ہے اس کا تیمّم کرنا باطل ہے اس کے روزے خواہ فرضی ہوں یا نفلی باطل ہیں اس کا حج کرنا باطل ہے اس کی ہر قسم کی عبادت باطل ہے نہ صرف اس کا ثواب میں کوئی حصہ نہ ہو گا بلکہ الٹا اس پر گناہ کا بار پڑتا جائے گا۔

خبردار! ہر مسلمان جان لے، اگر وہ اس راست پر چل نکلا تو اس کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے نہ صرف اس ارتداد کے بعد جو وہ عبادت کرے گا بلکہ اس کی پہلی زندگی کی عبادت بھی غارت ہو جائے گی، ایمان کسی بھی عبادت کی قبولیت کے لئے شرط ہے، یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جسے عام مسلمان بھی اچھی طرح جانتا ہے اور یہ مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں سے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین**'' [المائدہ: ۵] اور جس کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اس کا سارا کارنامہ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ان کا وصف بیان کرتے ہوئے سورہ بقرہ آیت ۲۱۷ میں کہتا ہے: ''وہ تم سے لڑتے ہی جائیں گے حتیٰ کہ اگر ان کا بس چلے تو تمہیں اس دین (اسلام) سے پھیر لے جائیں (اور یہ خوب سمجھ لو کہ) تم میں سے جو کوئی اس دین سے پھرے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا اس کے اعمال دنیا و آخرت دونوں میں ضائع ہو جائیں گے، ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے''۔

اسی طرح سورہ مائدہ کی آیت ۵۱ تا ۵۳ دلالت کرتی ہیں۔ ہر مسلمان مرد و عورت خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لے کفار سے تعاون کر کے اپنے دین سے یکسر نکل جانے والے کا حکم جان لے۔ اس کا مسلمان عورت سے نکاح باطل ہے جو کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا، نکاح کا کوئی حکم اس پر صادق نہیں

آسکتا، اس کی اولاد، جائز اولاد نہیں ہوگی نہ اسے والدین کی میراث ملے گی، جو پہلے سے شادی شدہ تھا اس کا نکاح فسخ ہوگیا، اب اگر یہ مرتد دوبارہ توبہ کرتا ہے اور دین میں لوٹ آتا ہے تو خواہ مرد تھا تو اس کا فسخ شدہ نکاح دوبارہ بحال نہیں ہوگا اور اگر عورت تھی تو اس کا نکاح بھی بحال نہیں ہوگا، خواہ توبہ کرنے کے بعد وہ مسلمانوں سے مل کر دشمنوں سے برسرِ پیکار ہی کیوں نہ ہو جائے، اسے دوبارہ نئے نکاح سے عقدِ زواج کرنا ہوگا۔

تمام مسلمان خواتین پر فرض ہے کہ وہ کسی مرد سے نکاح کرنے سے پہلے اس بات کا پورا اطمینان کر لیں کہ جن سے ان کا عقد طے پا رہا ہے وہ اللہ کے دشمنوں سے تعاون کرنے والا تو نہیں ہے، جس کا پہلے سے ایسے کسی شخص سے نکاح ہو چکا ہے اور اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے اس شخص پر حرام ہو چکی ہے اور اس کا اب ایسے شخص کے ساتھ رہنا باطل ہے وہ اس کی زوجہ نہیں رہی، جس عورت کو اسلام کے اس عقیدے کا علم تھا یا ہو گیا ہے اور اس کے باوجود وہ ایسے کسی شخص سے نکاح کرتی ہے یا نکاح کرے گی تو اس کا حکم بھی مرتدّہ کا ہے، معاذ اللہ ہرگز کوئی مومنہ علم آنے کے بعد ایسی حالت میں نہیں رہے گی۔

واللہ! میں یہ بات پوری ذمہ داری سے کر رہا ہوں، ملکی مقنّنہ خواہ اس قسم کا کوئی قانون پاس کرے یا نہ کرے، مسلمان کے احکام ملکی قانون سازی تک ملتوی نہیں ہوا کرتے، دوسرا ملکی قوانین میں عموماً چور راستے بھی ہوتے ہیں۔ لیکن اسلام میں حجت بازی اور قیل وقال سے یہ حکم بدلا نہیں جا سکتا۔ مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہر وقت اور ہر زمانے میں واجب ہے اور واجب رہے گا تمام افراد اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی اس ذمہ داری پر جوب دہ ہوں گے۔ ہر مسلمان نے دین کا کوئی نہ کوئی گوشہ مضبوط کیا ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ اسلام پر کوئی آفت اسی کی غفلت سے آن پڑے۔

یاد رکھیں فتح وکامرانی اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ اس کی پشت پناہی کرتا ہے جو اللہ کا ساتھ دینے والے ہوتے ہیں۔ ۱۳۷۶ ہجری میں مصر کے بعض مفتیان کرام سے پوچھا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو مسلمانوں کے ملک کے خلاف کسی غیر اسلامی ملک کی مدد کرتا ہے؟ دارالافتاء کے سرکردہ ترین علمائے کرام کا فتویٰ تھا کہ وہ مرتد ہے ان علمائے کرام میں محمد ابوزہرہ، عبدالعزیز عامر، مصطفیٰ زید اور محمد جیسے جلیل القدر حضرات شامل تھے۔ (بحوالہ مجلّہ اداء اسلام)

محمد امین شنقیطی ''اضواء البیان'' میں قرآن کی متعدد آیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں، ان آیات قرآنیہ کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ جو شخص کفار سے موالات اپنے ذاتی ارادے سے بلا اکراہ کرے وہ انہیں کی طرح کافر ہے۔

عبداللہ بن حمید ''الدرر'' میں لکھتے ہیں، ہر اس مسلمان پر واجب ہے جسے اپنی عاقبت کی فکر لگی ہو کہ وہ تولّی اور موالات کے فرق کو پوری طرح سمجھے ہمارے سلف صالحین نے دونوں کے فرق کو بڑے نمایاں انداز سے واضح کیا ہے۔

کفار کی عزت افزائی کرنا، ان کی تعریفیں کرنا اور مسلمانوں کے خلاف ان کی حمایت اور نصرت کرنا نیز روزمرہ کی زندگی میں ان سے گھل مل کر رہنا اور ان سے برأت نہ کرنا، یہ تمام اقسام تولّی کفار میں سے ہیں جو اس کا مرتکب ہوگا وہ مرتد ہو جائے گا اور ارتداد کے احکام اس پر لاگو ہوں گے جیسے کہ کتاب اللہ ،سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

عبدالعزیز بن باز کے فتاویٰ میں اس عنوان کے تحت ان کا فتویٰ مذکورہ ہے ''جس نے اشتراکی یا کمیونسٹ کی مدد کی جس نے اس گمراہی میں ان کا ساتھ دیا، ان کے نظریے کو بہتر سمجھا اور اس کے مقابلے میں اسلام کے داعیوں کی مذمت اور عیب جوئی کی وہ کافر ہے اور گمراہ ہے، وہ انہیں کے زمرے میں شمار ہوگا جن سے اس نے دوستی لگائی ہوئی ہوگی۔ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے مسلمانوں کے خلاف کافروں کی حمایت کی اور کسی قسم کا تعاون پیش کیا تو وہ انہیں کی طرح کافر ہے، ابن باز نے اسکے بعد اس دلیل کے طور پر سورہ مائدہ آیت ۵۱ اور سورہ توبہ آیت ۲۳ نقل کرتے ہیں۔

موجودہ واقعات پر معاصرین کے فتاویٰ جات

اگلی سطور میں معاصرین علمائے کرام میں سے چند جلیل القدر علماء کے فتاویٰ نقل کئے جاتے ہیں جن میں پوری صراحت سے کہا گیا ہے امریکہ کے افغانستان پر حملے میں جس مسلمان نے تعاون کیا وہ کافر اور مرتد ہے۔

۲۱ رجب ۱۴۲۲ ہجری حمود بن عبداللہ شعیبی نے جو فتویٰ صادر کیا تھا اس کا ترجمہ سپرد قلم ہے:

مسلمان کے خلاف یہ تمام آئمہ اسلام کا قول ہے قدیم اور جدید دور کے اہل علم یہی حکم لگاتے ہیں ،عصر حاضر کے مجدد محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں :مسلمانوں کے خلاف کافروں کی حمایت کفر ہے اوراس سے آدمی ملت اسلامیہ سے نکل جاتا ہے اس کی دلیل سورہ مائدہ کی آیت ۵۱ ہے ،علامہ عبداللطیف سے ''تولّی''اور''موالات'' کا فرق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا ،تولّی سے کفر لازم آتا ہے جس کا مرتکب ملت اسلامیہ سے خارج ہوجاتا ہے تولّی میں ان کی عزت افزائی ،مال واسباب ،قوت یا مشورے سے تعاون فراہم کرنا ہے۔

علامہ احمد محمد شاکر کہتے ہیں کہ کفار کا مقابلہ کرنا اوران سے جنگ کرنا واجب ہے ہر مسلمان پر یہ فرض ہے خوہ وہ کسی بھی علاقے کا باشندہ ہو وہ ان سے مقابلہ کرے اوران سے برسرپیکار ہو جہاں اسے موقع ملے خواہ وہ کافر وہاں کے عام شہری ہوں یا لڑنے والے فوجی ہوں۔

وہ لکھتے ہیں جہاں تک انگریزوں سے تعاون کا حکم ہے تو وہ ارتداد اور کفر بواح ہے۔اس میں توبہ بھی قبول نہیں ہوتی اور نہ کوئی تاویل قبول ہے۔حمود بن عبداللہ شعیبی نے اس کے بعد علامہ صاحب کے فتوے کا پورا متن نقل کیا ہے جو ہم گزشتہ صفحات میں ترجمہ کرآئے ہیں۔

حمودؒ بن عبداللہ محوّلہ بالا ائمہ کرام کے فتاویٰ کے بعد اپنے فتویٰ میں لکھتے ہیں:

لہٰذا جو کافر ملکوں کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کوئی تعاون کرے جیسے امریکہ جیسے ملک کے ساتھ تو وہ کافر اور مرتد ہوگا اور امریکہ اور برطانیہ کا دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں پر مشترکہ حملہ ''صلیبی حملہ'' ہے جس طرح اسلام کی تاریخ میں صلیبی جنگیں ہوتی رہی ہیں ،بش کے منہ سے ''صلیبی جنگ'' کا لفظ بھی نکلا ہے ،علامہ شعیبی کے فتویٰ کے الفاظ یہاں ختم ہوئے۔

۲۰ رجب ۱۴۲۲ ہجری شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر براک نے فتویٰ صادر کیا کہ امریکہ اور برطانیہ کا افغانستان پر حملہ بغیر کسی شک وشبہ کے ظلم اور عدوان ہے اور ''یہ صلیبی حملہ'' ہے جو اسلام پر کیا گیا ہے اسلامی ممالک کا افغانستان کی نصرت اور حمایت نہ کرنا ایک مصیبت عظیم ہوگی اگر الٹا یہ ممالک ان کی حمایت اور تعاون کرتے ہیں تو یہ کفار سے تولّی ہے جس کا حکم سورہ مائدہ کی آیت ۵۱ میں مذکور ہے ،اسی آیت کو دلیل بنا کر ائمہ اسلام نے تولّی کفار کو نواقضِ اسلام (جن سے ایک مسلمان کافر ہوکر ملت اسلامیہ سے خارج ہوجاتا ہے) میں شمار کیا ہے۔

۳ رجب ۱۴۲۲ ہجری میں علی بن خطیر نے فتویٰ صادر کیا جس کا ایک اقتباس یہ ہے'' کافروں کی حمایت کے مسئلے پر تفصیلی بحث جزیرہ عرب کے نجدی علماء نے کی ہے اور اسے کفر ،نفاق اور ارتداد کہا ہے۔جس سے آدمی ملت اسلامیہ سے خارج ہوجاتا ہے اور یہی عقیدہ درست ہے ،جس پر قرآن مجید ،احادیث رسول اور ائمہ کرام کا اجماع منعقد ہوا ہے''۔

۳ رجب ۱۴۲۲ ہجری شیخ سلیمان بن ناصر علوان کے فتوے کا ایک اقتباس (مظلوم) مسلمانوں کی صف میں کھڑے ہونا ،ان کی جان ومال ،آراء اور ابلاغ عامہ سے تعاون کرنا واجب ہے اوران سنگین ترین حالات میں انہیں بے یارومددگار چھوڑنا حرام ہے ،کفریہ ممالک اسلام کے خلاف ایک دوسرے سے تحالف کررہے ہیں۔کفار سے تو اسلام کے خلاف متحد ہونے کی توقع رکھنی چاہیے حیرت اس امر پر ہے کہ اسلام کے نام لیوا افغانستان کے حملے میں کفر کے بلاک میں شامل ہورہے ہیں اور یہ نفاق کی صورت ہے''۔اس کے بعد علامہ سلیمان بن ناصر علوان سورہ نساء آیت ۱۳۹ اور سورہ مائدہ آیات ۸۰ تا ۸۱ نقل کرتے ہیں۔آیات سے دلیل لینے کے بعد وہ ملت اسلامیہ کے معتدبہ اماموں کے اقوال سے تولّی کفار کے کفر ہونے پر اجماع کا ذکر کرتے ہیں اور سورہ مائدکی آیت ۵۱ کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:''ومن یتولھم منکم فانه منھم '' اللہ کے دشمنوں کی پشت پناہی سے بڑھ کر تولّی کی بھیانک صورت اور کون سی ہوگی ،مسلمانوں کے علاقوں کو تباہ کرنے کے لیے کافروں کو وسائل فراہم کیے جارہے ہیں اور مسلمانوں کی قیادت کو قتل کرنے کے لئے بھی وسائل فراہم کیے جارہے ہیں ابن جریرؒ کہتے ہیں:''مومنین کے خلاف جو ان کی پشت پناہی اور نصرت کرے تو وہ ان کے دین میں اوران کی ملت میں شمار ہوگا''۔

۲۴ رجب ۱۴۲۲ ہجری شیخ عبدالرحمان بن سعد کے فتوے کا ایک اقتباس ''اللہ کے دوستوں کے خلاف اللہ دشمنوں سے کسی قسم کا کوئی تعاون نواقضِ اسلام میں سے ہے جس کا جاننا ہر مسلمان پر واجب ہے ،کتاب اللہ ،احادیث رسول اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے ،ہر مسلمان کو آگاہ رہنا چاہیے کہ کہیں وہ دین کے دائرے سے نکل جائے اور اسے اس کا شعور ہی نہ ہو''۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ''بادرو بالاعمال! فتناً کقطع الیل المظلم یصبح الرجل مومنا ویمسی کافراً ویمسی مسلماً ویصبح کافراً یبیع دینہ بعرض من الد نیا''یعنی نیک اعمال کرنے میں سبقت حاصل کروعنقریب فتنے در فتنے ہوں گے جیسے سیارہ راتیں ایک پر ایک،صبح کو ایک شخص مومن ہوگا تو شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا ،صبح کافر ہوگا، مال کی جھلکی پر اپنا دین تج دے گا۔اس حدیث کے بعد سورہ توبہ کی آیت ۲۴ نقل کرتے ہیں:

قل ان کان اباؤ کم وابناؤ کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ناقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین.

''کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت،جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات،جن کو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا''۔

۲۹ رجب ۱۴۲۲ ہجری عبداللہ بن محمد غنیمان کے فتوے کا اقتباس مسلمانوں کے خلاف کافر ملکوں سے تعاون کرنے والا اس فعل کا مرتکب ہے جو سورہ مائدہ اور کتاب اللہ کے دوسری آیات میں بیان ہوا ہے،جس کا فاعل انہیں کفار کے زمرے میں شمار ہوتا ہے''۔

۲۸ رجب ۱۴۲۲ ہجری شیخ سفر حوالی کے فتوے کا اقتباس ''مسلمانوں کے خلاف کافروں سے تعاون کرنا خواہ وہ تعاون کی کوئی صورت ہو،محض اپنے الفاظ سے ہی ان کی حمایت کرنا کفر بواح اور بدترین نفاق ہے۔یہ نواقض اسلام میں سے ایک صورت ہے اسی طرح اس (مسلم) کا عقیدہ ولاء اور براء پر ایمان نہیں رہتا''

یکم شعبان ۱۴۲۲ ہجری بشر بن فہد کے فتوے سے اقتباس ''اللہ تعالیٰ نے اپنے پورے کلام میں وضاحت سے کہہ دیا ہے کہ کافر ایک دوسرے کے دوست اور مومنین ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں،منافقین کی صفت یہ ہے کہ وہ مومنین کے علاوہ کفار سے بھی موالات رکھتے ہیں،افغانستان پر امریکہ کے حملے میں کسی قسم کا تعاون کافروں سے موالات کی صورت ہے خواہ یہ تعاون مال،اسلحے،مخبری یا آدمیوں کے ذریعے فراہم کیا جائے،مولات کی یہ صورت کفر اور ارتداد ہے جس کا حکم افراد کے لئے بھی ہے اور (تنظیموں) حکومتوں کے لئے بھی ہے''

۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ ہجری مفتی نظام الدین شامزئی جو پاکستان کے ایک ممتاز عالم دین ہیں وہ اپنے فتوے میں لکھتے ہیں ''کسی مسلمان کے لیے خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں رہتا ہو سرکاری ملازم ہو یا غیر سرکاری اگر اس نے افغانستان پر امریکہ کے حملے میں کسی قسم کا تعاون کیا جو ایک صلیبی حملہ ہے تو وہ مرتد ہوگا''۔

شبہات کا جواب

زیر بحث مسئلہ ائمہ اسلام کے نزدیک ایک اجماعی اور متفقہ مسئلہ ہے جس پر اللہ کا کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شاہد ہیں۔اسلامی ذخیرہ کتب میں بے شمار تصنیفات اہل علم کے اقوال سے بھری پڑی ہیں اس متفقہ مسئلے کو بھی بعض اہل ضلال نزاعی مسئلہ بنا چاہتے ہیں اور گھٹیا شبہات سے حق کو باطل میں خلط ملط کرنے کی کوشش کرتے ہیں،اگر چہ یہ شبہات زیر بحث مسئلہ سے متعلق نہیں ہیں اور نہ کبھی اہل علم ورشد نے ان شبہات کو''تولّی فی الکفر'' کے باب میں ذکر کیا ہے،لیکن ابلاغ عامہ سے زبردستی ان میں وزن پیدا کیا جارہا ہے اس لئے ہم تمام شبہات پر آئندہ صفحات میں بحث کریں گے۔

حاطب رضی اللہ عنہ کے واقعے سے اہل ضلال یہ ثابت کرتے ہیں کہ کفار سے تعاون کرنا کفر نہیں ہے،اس واقعے پر ہم کچھ بحث گزشتہ صفحات میں کر آئے ہیں،اس واقعہ سے دراصل یہی مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔گزشتہ صفحات میں جو بحث زیر بحث گزر چکی ہے اسے ہم یہاں نہیں دہراتے اس واقعے سے صرف اس موقف کو تقویت دینے والے نقاط کو زیر بحث لاتے ہیں۔

حاطب رضی اللہ عنہ زندگی بھر اپنی جان،مال،زبان اور اپنے کردار سے نبی علیہ السلام کی نصرت اور حمایت کرتے رہے۔تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے غزوۂ بدر اور صلح حدیبیہ کے شرکاء میں شامل تھے جن کے لئے جنت کی بشارت بالنص موجود ہے،غزوہ فتح مکہ جس سے مخالفین

استدلال کرتے ہیں میں بذات خود مشرکین مکہ کے خلاف شریک ہیں ان کا مراسلہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی حمایت اور نصرت کے لئے ہرگز نہیں تھا نہ کسی مشرک کے ساتھ جانی مالی یا اخلاقی وسیاسی تعاون کی کوئی صورت تھی ، انہوں نے اس یقین اور رضا مندی کے بعد مشرکین مکہ سے مراسلت کی تھی کہ لشکر اسلام فتح وکامرانی سے ہم کنار ہوگا اور وہ خود مشرکین کے خلاف برسر پیکار ہونے چلے تھے ، مراسلت کی برآمدگی کے بعد وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ مراسلت کفر اور ارتداد کی وجہ سے نہیں کی ہے گویا ان کے نزدیک بھی کفار کی نصرت کفر اور ارتداد تھی ۔

مراسلت کے الفاظ اہل سیر نے نقل کیے ہیں ، ان پر غور کریں : ’’ اے قوم قریش ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک لشکر جرار کے ساتھ تمہارے طرف سیل رواں کی طرح آنے کو ہیں ، واللہ وہ تنہا تمہاری طرف نکلتے تو فتح مند ہوتے اور اللہ کا وعدہ پورا ہو جاتا ، اپنے معاملے کو درست کرلو ، والسلام ‘‘ ۔

اس مراسلت میں تعاون کی کون سی صورت ہے ، بلاشبہ یہ مراسلت ایک قسم کی نافرمانی تھی جو کبیرہ گناہ تھی اور جس کا کفّارہ حاطب رضی اللہ عنہ کی پہلے کی خدمات اور قربانیاں بن گئی تھیں ۔

حاطب رضی اللہ عنہ جیسی مراسلت کفر ہے یا کفر سے کم کبیرہ گناہ ہے اہل علم کا اس میں اختلاف رہا ہے اگر یہ فعل کفر ہے تو پھر اس سے بڑھ کر تعاون کی جو بھی صورت ہوگی وہ بالاولی کفر ہوگی اگر یہ کبیرہ گناہ تھا جو حق کے اقرب موقف ہے کیونکہ اس مراسلت میں مسلمانوں کے خلاف نصرت اور حمایت نہیں پائی جاتی ، کبیرہ گناہ ہونے کی صورت میں یہ مسئلہ زیر بحث موضوع سے باہر ہے ہمارا موضوع تولّی کفار ہے جو بالاجماع کفر ، خارج از ملت اسلام ہے ، جن ائمہ نے انہیں کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے وہ اس فعل کو ’’ تولّی فی الکفار ‘‘ بھی نہیں کہتے بلکہ سپہ سالار کی نافرمانی میں شمار کرتے ہیں ۔

حاطب رضی اللہ عنہ نے یہ مراسلت اس یقین کے ساتھ کی تھی کہ اس میں حملہ آور مسلمانوں کا کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ ان کا ایمان تھا کہ رسول اللہ تنہا بھی ان کے مقابل نکل پڑیں تو اللہ انہیں فتح وکامرانی سے سرفراز فرمائے گا خواہ مشرکین مکہ کو اس حملے کی پہلے سے اطلاع فراہم ہو جائے بعض احادیث میں آپ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں : ’’ **قد علمت ان اللہ مظهر رسول اللہ ومتم له امره** ‘‘ یعنی مجھے اس بات کا یقین تھا کہ اللہ اپنے رسول کو غالب کر کے رہے گا اور اپنے فیصلے کو پورا کرے گا ۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے اسے ’’ **باب ماجاء فی المتاولین** ‘‘ میں نقل کیا ہے یعنی تاویل کرنے والے احکام ۔

حافظ ابن حجر صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ حاطبؓ کا خیال تھا کہ ایک مراسلت سے مسلمانوں کو کوئی گزند نہیں پہنچے گی ۔

کافروں کی پشت پناہی کرنا ایسے وسائل فراہم کرنا جس سے اہل اسلام سے برسر پیکار کفار سے مدد لیں اس بات میں اور ایسی اطلاع میں جس سے اطلاع دینے والے کو یقین ہو کہ مسلمانوں کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا بہت بڑا فرق ہے ۔

جو شخص اس واقعے سے یہ ثابت کرتا ہے کہ کفار کی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں پشت پناہی کرنا کفر نہیں ہے تو ہم اس سے کہتے ہیں : کیا کفار سے جو بھی تعاون کیا جائے اس سے کفر لازم نہیں آتا ، یا محض مراسلت جیسے فعل سے کفر لازم نہیں آتا ؟

اگر وہ پہلی صورت کا اقرار کرے تو پھر اس کے بعد اصل اور بلا دلیل ہونے پر بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اجماع امت اور سلف کے متفقہ اقوال کے خلاف ہے ۔

اگر وہ دوسری صورت کا اقرار کرے تو پھر اسے اس حدیث کو سامنے رکھ کر وہ فہرست مرتب کرنی ہوگی جس پر عمل کرنے سے کفر لازم نہیں آتا ۔

ابوجندل رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ابوجندل رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے وقت اسلام لا چکے تھے اور مشرکین مکہ نے انہیں قید کر کے بیڑیاں ڈال دی تھیں ، حدیبیہ کے مقام پر معاہدہ صلح کے تحریر پانے کے دوران وہ کسی طرح قید وبند کے ساتھ پہنچ گئے اور مسلمانوں کے گروہ میں پہاڑی سے چھلانگ لگا کر مل گئے ابھی معاہدہ ضبط تحریر میں نہیں آیا تھا مگر زبانی گفت وشنید ہو چکی تھی ، مشرکین مکہ نے ابوجندل رضی اللہ عنہ کو واپس سپرد کرنے کا مطالبہ کیا ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی معاہدہ تحریر نہیں ہوا اور ہم پر ایسی کوئی قانونی پابندی عائد نہیں ہوتی یہ سن کر سہل بن عمرو جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے اور مکہ والوں کی جانب سے معاہدہ کرنے پر مقرر ہوئے تھے کہنے لگے

اگر ابو جندل رضی اللہ عنہ کو ہمارے سپرد نہیں کیا جاتا تو پھر ہم صلح کا معاہدہ نہیں کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس پر اصرار کرتے رہے لیکن بالآخر ابو جندل رضی اللہ عنہ کو مشرکین کے حوالے کر دیا گیا یہ واقعہ احادیث کی کتابوں میں مفصل بیان ہوا ہے جسے ہم نے نہایت اختصار سے بیان کیا ہے۔

اس واقعے کو بنیاد بنا کر مخالف فریق یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ایک مسلمان کو کفار کے سپرد کرنا ایک بڑی مصلحت کے تحت کیا جا سکتا ہے، اس واقعے سے ہمارے مخالفین کا دعویٰ دراصل رد ہوتا ہے۔

ابو جندلؓ پھر کفار کے سپرد کرنے کا یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتا دیا گیا تھا جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں ہے: ''**انه من ذهب منا اليهم فابعده الله ومن جاء نا منهم فسيجعل الله له فرجا ومخرجا**'' ہم میں سے جو بھاگ کر مکہ جائے گا اسے اللہ دھتکار دے گا اور جو ان میں سے ہمارے پاس آئے گا تو اللہ اس کے لئے کشائش اور بچ نکلنے کی صورت خود ہی نکال لے گا۔

اس لئے اس واقعے کا حکم عام نہیں ہے، بلکہ نبی علیہ السلام کے ساتھ خاص تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر وحی آتی تھی حدیث میں ''**لعل**'' یا ''**عسى**'' جیسے لفظ استعمال نہیں ہوئے بلکہ یقینی صیغے استعمال ہوئے ہیں۔

ان کی نجات کی لازمی کوئی صورت اللہ نے نکالنے کا وعدہ کیا تھا، امام ابن حزم کے زمانے میں بھی اسی حدیث کو جواز بنا کر مسلمانوں کو کفار کے حوالے کرنے کا جواز نکالا گیا تھا جس کا انہوں نے کتاب ''الاحکام'' میں مفصل جواب دیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں: ''صلح حدیبیہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان کو اس وقت تک کفار کے حوالے نہیں کیا تھا جب تک وحی کے ذریعے آپ کو بتا نہ دیا گیا تھا کہ انہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا اور وہ ضرور بچ نکلیں گے'' امام ابن حزمؒ نے بھی انس رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث دلیل کے طور پر پیش کی تھی۔

وہ لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے علاوہ اب کسی پر وحی نہیں اترتی اس لئے اس کے لئے یہ امر جائز نہیں ہے اور نہ کسی معاہدے میں کسی مسلمان حاکم کو ایسا معاہدہ کرنے کا حق حاصل ہے اور اگر وہ اس شرط کو تسلیم کرے تو اس پر ہرگز عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ کسی حاکم کو غیب کا علم نہیں ہے کہ سپرد کئے جانے والے مسلمان کو کوئی گزند نہ پہنچے گی۔

احکام القرآن میں ابن العربی لکھتے ہیں:

نبی علیہ السلام کا معاہدہ کرنا کہ اہل مکہ میں سے جو شخص اسلام قبول کر کے دار الہجرہ میں آئے گا آپ اسے مکہ والوں کے حوالے کر دیں یہ شرط نبی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کے لیے جائز نہیں ہے یہ وقتی حکم اللہ کی طرف سے تھا جو اس وقت اپنے اندر بے شمار حکمتیں رکھتا تھا اور بعد کے واقعات نے ثابت بھی کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر حکمتیں ہی درست تھیں کیونکہ کفار کو بامر مجبوری معاہدے کی اس شق کی منسوخی کی خود درخواست کرنی پڑی تھی۔

بالفرض ہم اس حکم کو عام سمجھ لیتے ہیں ایسی صورت میں کوئی مسلمان سربراہ اس قسم کا معاہدہ صرف ویسے ہی حالات میں کر سکتا ہے۔ جن حالات میں نبی علیہ السلام نے یہ معاہدہ کیا تھا، اسلام کی تبلیغ کے لئے پیہم جہاد کر رہا ہو، معاہدے کی غرض وغایت اسلام کا پھیلانا ہو، کفار سے مکمل برأت کا اظہار کر چکا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار سے اصل معاملہ جہاد اور قتال کا تھا جسے دس برس کے لئے ملتوی رکھا گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کی اس شق کو اس لئے تسلیم نہیں کیا تھا کہ کہ مجاہدین پر کوئی آفت نہ آئے یا مجاہدین کسی چال میں نہ پھنس جائیں اور نہ اس شق کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دنیاوی امداد ملنی تھی اور نہ کوئی اور دنیاوی غرض تھی، اس شق کے تسلیم کرنے کا یہ مقصد بھی نہیں تھا کہ کفار مکہ سے دوستانہ مراسم برقرار رکھنے یا مزید پختہ کرنے تھے کیونکہ کفار سے آپ کے اصل تعلقات کی نوعیت جنگ کی تھی اور کوئی مدینہ اور مکہ کا کوئی وفاق یا مشترکہ تحالف بھی نہیں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رذائل سے کوسوں دور تھے۔ اس شق کو تسلیم کرنے کا مقصد مسلمانوں اور جہاد کے مفاد میں تھا۔ اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دینے اور مکہ کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد عرب کے دوسرے علاقوں میں جہاد کو جاری رکھنے کے لئے تھا، غزوۂ خیبر اس معاہدے کے بعد ہوا تھا اس کے علاوہ کئی اور سرایا اس صلح کے بعد ہوئے اور جزیرہ عرب کے تمام کفار کو اسلام قبول کرنے یا جزیہ دینے کیلئے مراسلت ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ آپ کے پیش نظر اور بھی عظیم مقاصد رہے ہوں گے جو دین اسلام کی سربلندی اور دعوت کے پھیلنے کے لئے ممد اور معاون رہے ہوں گے۔

اس صلح کے باوجود کفار کے نقصانات سے آپ خوش ہوئے تھے اور ہر ایسے اقدام کی تائید کرتے تھے جس سے معاہدے کا تعلق نہ ہو اور وہ اہل مکہ کے لئے ضرر رساں ہو۔ ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اس معاہدے کے دوران میں کفار مکہ کا ناطقہ بند کر دیا تھا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے درمیان دس سال کے لئے جنگ بندی کا اعلان ہوا تھا۔

ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرنے کے لئے مکہ کی طرف سے جن دو افراد کو بھیجا گیا تھا وہ سفارتی مشن پر آئے تھے اور سفیر کو کسی طرح شریعت میں قتل نہیں کیا جا سکتا تھا مگر ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے دو میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کی دیت بھی نہیں دی تھی اور نہ ان مسلمانوں سے اپنی براءت کا اعلان کیا تھا۔ کیونکہ یہ جہاد ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوت بازو سے شروع کیا تھا وہ خود اس کے ذمہ دار تھے جس ساحلی راستے میں وہ قریش کے قافلے غارت کرتے تھے وہ مدینہ کی ریاست میں نہیں آتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیرؓ اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے یا گرفتار کرانے میں کفار سے کسی قسم کے تعاون کی پیش کش نہیں کی تھی جب ابو بصیر رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ آزاد ہو کر مدینے میں لوٹے تھے تو آپ نے یہ الفاظ کہے تھے ''ویل امه سعر حرب لو كان له احد ''اور دوسری روایت میں ''لو كان لـه رجال ''لوا سے دیکھو! یہ شخص جنگ برپا کرنا چاہتا ہے، اگر کوئی اس کا ساتھ دینے والا ہوا اور دوسری روایت میں کچھ اس کے ساتھی ہوتے ان الفاظ میں جہاں یہ اشارہ ہے کہ اگر مکہ والوں میں سے کوئی وفد دوبارہ ابو بصیرؓ کو گرفتار کرنے آیا تو وہ اسے ان کے حوالے کر دیں گے وہاں یہ اشارہ بھی ہے کہ اگر ابو بصیرؓ اور اہل مکہ میں دیگر اہل ایمان اگر خود مل کر جتھہ بنالیں تو یہ ایک پسندیدہ بات ہے۔ ان الفاظ کی گہرائی کو سمجھ کر ابو بصیر رضی اللہ عنہ خود قریش کے قافلوں کی گزرگاہ پر قابض ہو گئے اور دوسرے مسلمان بھی ان میں آ کر شامل ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سے ابو بصیرؓ کو قید خانے میں نہیں ڈالا تھا کہ جب مکہ کا وفد آئے گا تو ان کے سپرد کر دیں گے بلکہ ابو بصیر خود ہی پوری آزادی کے سے مدینے کی حدود سے نکل گئے۔

نبی علیہ السلام اگر ابو بصیر اور ابو جندل رضی اللہ عنہما کو قریش کے قافلوں پر حملہ کرنے سے منع کرتے تو وہ یقیناً اس حکم کی اطاعت کرتے، نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع نہیں کیا بلکہ قریش مکہ بھی یہ توقع نہیں رکھتے تھے کہ آپ اس ''دہشت گردی'' کو ختم کرنے میں ان کے ساتھ کوئی تعاون کریں گے۔

شیخ عبدالرحمان بن حسن آل محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہما ''الدرر'' میں ابن نبھان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جہاد کرنے کیلئے خلیفہ کا ہونا شرط ہے ان کے پاس نہ کلام اللہ سے کوئی دلیل ہے اور نہ اس کے علاوہ کوئی دلیل ہے، دین پر یہ ایک صریح بہتان ہے اور مومنین کے طریقے کے خلاف ہے، بلا خلیفہ جہاد کے جائز ہونے کی دلیلیں ناقابل شمار ہیں۔

قرآن میں جہاد کے احکام عام ہیں ان میں کسی خلیفہ کے جہاد سے قبل نصب کرنے کا کوئی حکم نہیں ہے سور بقرہ میں اللہ فرماتا ہے:

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض . [بقرہ: ۲۵۱].

''اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا''۔

جہاد کا علم تھام کر جو اس کا فریضہ ادا کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور فرض کو ادا کر کے سرخرو ہو گا۔ خود نصب خلافت کا عمل جہاد سے مکمل ہو گا، ابو بصیر رضی اللہ عنہ اور ان کا جتھہ بلا خلیفہ جہاد کی سب سے بڑی دلیل ہے، وہ اپنے تئیں قریش کے قافلے پر حملے کیا کرتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علے وسلم صلح حدیبیہ کی وجہ سے قریش سے جنگ بندی کا معاہدہ کر چکے تھے، کیا نبی علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ تم غلط کام کر رہے ہو کیونکہ تم میں کوئی خلیفہ نہیں ہے؟

حلفِ فضول

دہشت گردی کے نام پر عیسائیوں سے موجودہ تعاون کو حلفِ فضول سے تشبیہ دینا بھی بعض علم سے منسوب حضرات کی کارستانی ہے، رسالت سے پہلے قریش کے خانوادے عبداللہ بن جدعان تیمی کے ہاں ہوئے اور باہم یہ عہد کیا کہ مکہ میں ہر مظلوم مسافر کی دادرسی کریں گے، صغرسنی میں آپ بھی وہاں موجود تھے اگرچہ رسالت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدے کو پسند فرمایا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے فریق نہیں تھے، معاہدے کے انجام پانے میں

عبداللہ بن جدعان کی کوششوں کو دخل تھا جو مشرک ہونے کے باوجود بلند کردار کا حامل تھا، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ کیا عبداللہ کو اس کی انصاف پسندی اور صلہ رحمی کا آخرت میں فائدہ ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''نہیں'' اس نے کبھی یہ تک نہیں کہا تھا ''رب اغفرلی''

مظلوم کی دادرسی کے کسی عہد کو آج کی ظالم ترین قوم امریکیوں پر چسپاں کرنا بالکل لغو ہے۔اس معاہدے کا مقصد معاہدے کے شرکاء سے نو وارد کو ظلم اور ناانصافی سے تحفظ دینا تھا، امریکہ ایسا کوئی معاہدہ نہیں کرنا چاہتا جس میں یہ شق ہو کہ دنیا کو امریکیوں کے ظلم اور ناانصافیوں سے تحفظ فراہم کیا جائے گا، امریکہ کے ساتھ تعاون کی غرض وغایت یہ ہے کہ نامعلوم اشخاص کی کاروائی سے امریکہ میں بسنے والے جو افراد حادثے کا شکار ہوئے ہیں اس کا انتقام مسلمانوں سے کئی گناہ زیادہ لیا جائے۔

حلف الفضول میں کسی قبیلے کے لئے یہ لازمی قرار نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اس معاہدے میں شامل ہو کر، برعکس امریکہ کے، جس کا مقصد مسلمانوں کے راسخ العقیدہ صالحین کو مٹانا اور اپنے قبضے کو بڑھانا اور اقوام عالم کو غلام بنانا ہے۔

حلف الفضول دراصل ظلم کے خلاف ہونے والا معاہدہ تھا جو ویسے ہی شریعت کے مقاصد میں بنیادی عنصر ہے اور اسلام کی دعوت ہے۔معاہد کے شرکاء قبیلہ تیم، زہرہ اور اسد وغیرھا کے خفیہ مقاصد نہیں تھے یہ ایک سادہ سی اور غیر سیاسی معاہدہ بلکہ عہد تھا کہ ظلم کو پوری قوت سے دبا دیا جائے۔

ظلم کے سدباب کے کئی شرکاء معاہدہ کا سماجی مرتبہ کارفرما تھا اور اس عہد میں فطرت انسانی کے لئے پوری گنجائش بھی موجود تھی، سماجی مرتبہ کے علاوہ ان کے پاس کوئی بڑی عسکری قوت نہیں تھی اور نہ ہی انصاف کے تقاضے پورے کرانے کیلئے وہ کسی ظالم کو تیسرے ملک کے سپرد کرنے کے لئے تعاون کررہے تھے۔

امریکہ افغانستان کے مسلم حکمران اور عوام پر حملہ کرچکا ہے اور جن ممالک نے اس سے تعاون کرنے کا یقین دلایا ہے وہ مسلمانوں کو گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کرتے ہیں۔یہ دونوں صورتیں شریعت میں کفر اور ارتداد کی صورتیں ہیں حلف الفضول سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حلف الفضول کے ثمرات بارآور تھے اور شرکاء نے اپنے علاقے سے مقدور بھر مظالم رفع کردیئے تھے۔اس جدید تحالف کی تباہ کاریاں ہر ہوش مند پر عیاں ہیں۔

محض ایک ماہ کی مختصر مدت میں ایک ہزار عام شہری جن میں بچے بوڑھے اور خواتین شامل ہیں امریکہ کی بمباری سے ہلاک ہوچکے (یہ مصنف کی تحریر تک کے اعداد وشمار ہیں بعد میں اس امریکی حملے سے ایک محتاط اندازے کے مطابق ۵۰ ہزار افغانی موت کے گھاٹ اتار دیے گئے) ہزاروں شہری معذور اور مستقل اپاہج ہوچکے ہیں ہزاروں ٹن بارود کی بمباری سے شہروں کے شہر بستیاں اور ساز وسامان واملاک تباہ ہوچکے ہیں۔افغانستان میں چند بستیاں صفحہ ہستی سے مٹ چکی ہیں۔شفاخانے اور خوراک کے ذخائر جو پہلے ہی بہت کم تھے تباہ ہوگئے ہیں افغانستان کی دو کروڑ آبادی پر اقتصادی پابندیاں لگائی جاچکی ہیں۔لاکھوں افراد بے گھر ہوچکے ہیں اور پڑوسی ملکوں میں انہیں ہجرت کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو موسمی اثرات اور دوسری آفات سے محفوظ رکھ سکیں۔شک کی بنیاد پر ہزاروں مسلمانوں کو دنیا بھر میں گرفتار کیا جاچکا ہے مسلمانوں کے علاقوں میں کفر کا اثر ورسوخ بڑھ گیا ہے جیسے روس نے چیچنیا اور بھارت نے کشمیر میں فوجیں داخل کردی ہیں۔اسلامی رفاہی اداروں کے خیراتی کاموں پر اس شک کی بناء پر پابندی لگائی گئی ہے کہ وہ دہشت گردوں کی مدد کرتے ہیں، یہ رفاہی ادارے دنیا بھر میں پس ماندہ اور غریب مسلمانوں کے ساتھ مقدور بھر تعاون کرتے ہیں۔

آیئے شریعت سے دریافت کریں اور یہ مسئلے کا سب سے اہم پہلو ہے:

یقیناً حلف الفضول جیسے کسی معاہدے میں شمولیت جائز ہے کیونکہ انسداد ظلم خود شریعت کا ایک اہم تقاضا ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا ''خبردار ظلم کرنے سے باز رہو، آخرت میں ظلم روز محشر کی ظلمات میں ڈھل جائے گا''۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے ''میرے بندوں میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کرلیا ہے وہ تمہارے درمیان بھی محرم قرار پایا ہے ایک دوسرے پر ظلم مت کیا کرو''۔

اس قسم کے معاہدے میں مسلمانوں کے خلاف کافروں کی حمایت کا کوئی شائبہ تک نہیں پایا جاتا اور نہ ہی اس میں طاغوت سے قانون صادر ہوتا ہے ۔امریکہ سے تعاون تو تولّی کفار میں سے ہے جو کفر اور ارتداد ہے۔امریکی قانون یا عدالت سے فیصلہ کرانا تحاکم الی الطاغوت ہے،اس تعاون سے افغانستان کے مسلمانوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں اور بے گناہ مسلمان ہلاک ہوگئے ہیں اور لاکھوں بے گھر اور ہزاروں معذور ہوگئے ہیں،زمین میں ناانصافی اور ظلم سے سرکشی کی جارہی ہے۔

وسطی ایشیاء تک امریکہ کی رسائی کا سامان کیا جارہا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امریکہ اور اس کے اتحادی ممالک سے اپنا انتقام خود لے اور اسلام کو فتح اور نصرت سے ہمکنار کرے،آمین

مجبوری (اکراہ)

اہل ضلال امریکہ تحالف میں شامل ہونے کے کو شریعت کی اصطلاح ''اکراہ'' کے باب سے درست قرار دینے پر مصر ہیں یہ اصرار محض ضد اور ہٹ دھرمی ہے یا پھر شریعت کی اس اصطلاح ''اکراہ'' سے ناواقفیت ہے۔

کفر کے ارتکاب کے لئے یہ شرط ہے کہ اکراہ قتل کی حد تک پہنچتا ہو یا پھر جسم کے کسی اہم عضو کے تلف ہو جانے کا یقینی خطرہ ہو،مال ومتاع سرکاری یا غیر سرکاری عہدہ،تنخواہ یا ملازمت سے فراغت جیسے مسائل کفر کا کلمہ ادا کرنے یا کفر کا کوئی کام کرنے کے لئے اصول شریعت میں اکراہ نہیں ہے۔''اکراہ'' اصول فقہ کی مستند کتابوں میں پڑھ کر دیکھ لیں،امریکہ کے ساتھ تحالف دراصل دنیا اور دنیا کے کسی فائدے کے لئے ہے اور انہی موجودہ مناصب کو باقی رکھنے کے لئے ہے۔

شیخ عبداللطیف آل شیخ کتاب ''الدرر'' میں ضرورت کے وقت مشرک سے نصرت (مدد) لینے کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جس شخص نے ریاست کی وزارت عظمیٰ کو برقرار رکھنے یا خود ریاست کو برقرار رکھنے کو ضرورت شریعہ میں شمار کیا ہے وہ سخت غلطی میں ہے،شریعت میں (ضرورت) ''اکراہ'' ضرورت دینی ہے اور دین کو بچانے کیلئے جتن کرنا اکراہ کے باب سے ہے محض اپنے منصب کو محفوظ کرنے کے لئے مشرک سے نصرت لینا ضرورت دینی نہیں ہے۔

مکرہ علیہ (جس پر اکراہ وارد ہو) کی شروط پر اگر اس کا اکراہ تسلیم کرلیا جائے تو اسے حال اکراہ میں کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے کیونکہ ان الفاظ سے کسی دوسرے کی جان ومال کو نقصان نہیں ہوتا اور کسی مسلمان کا اس میں ضرر نہیں ہے خود وہ ایسے نازیبا کلمات ادا کرکے اپنی جان بچاتا ہے لیکن اگر اس کے الفاظ سے یا فعل سے کسی دوسرے کا قتل ہو جائے تو اس اکراہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور اس پر اجماع امت ہے کیونکہ کسی کو اپنی جان بچانے کیلئے کسی دوسرے کی جان سے کھیلنے کا حق نہیں ہے۔''احکام القرآن'' میں ابن عربی ومن یفعل ذلک عدوانا و ظلما (نساء : ۳۰)''اور جو شخص یہ نافرمانیاں سرکشی اور ظلم کرے گا'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں اکراہ کے باب میں یہ آیت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ بھول کر یا غلطی سے یا اکراہ کی حالت میں دوسرے کا ضرر قابل معافی نہیں ہے کیونکہ اگر ''مکرہ علیہ'' اپنے کسی فعل سے دوسرے کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے تو اس کا یہ فعل بالاجماع ''عدوان'' (سرکشی) ہے۔اس لئے ہمارے مذہب میں ''مکرہ علیہ'' اپنے اس فعل کے بدلے میں قتل کیا جائے گا اور اکراہ کا جواز قبول نہیں کیا جائے گا۔

صحیح مسلم کی شرح میں امام نوویؒ فرماتے ہیں ''اکراہ میں کسی کو ہلاک نہیں کیا جاسکتا،اگر مکرہ علیہ (جسے مجبور کیا گیا ہے) ایسا کرے تو وہ بالاجماع آثم ہے،القاضی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے''۔

کتاب ''جامع العلوم والحکم'' میں ابن رجبؒ فرماتے ہیں: ''اگر کسی بے گناہ کو قتل کرنے پر کسی کو مجبور کیا جائے تو اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں اگر وہ اقدام قتل کرے گا تو اس کا یہ فعل قتل عمد میں شمار ہوگا،ائمہ کی ایک کثیر تعداد نے اس پر اجماع نقل کیا ہے

امریکہ اس اکراہ سے مسلمانوں کا قتل عام کرنا چاہتا ہے اور اس صورت میں کسی ایک مسلمان کی ہلاکت کے لئے اکراہ کا بہانہ معتبر نہیں ہے جبکہ امریکہ کا مطلوب مسلمانوں کی کثیر تعداد کو ہلاک کرنا ہے اکراہ کی اس صورت کا اسلامی شریعت میں سرے سے کوئی اعتبار نہیں ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کے زمانے میں بھی ایسی صورت پیش آئی تھی،تاتاریوں کی جن لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف نصرت کی تھی اس پر امام صاحب کا یہی

فتویٰ تھا کہ اکراہ میں کسی دوسرے مسلمان کے قتل کا جواز ہرگز نہیں ہے،امام صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں: ''اگر فتنے میں مکرہ کو قاتلانہ حملوں پر مجبور کیا جائے اور مجبور کرنے والا ایسا گروہ ہو جو شریعت کے برخلاف اقدام کر رہا ہو جیسے مانعین زکوۃ یا مرتدین اپنے ساتھ کسی کو مجبور کریں کہ وہ ان کے ساتھ مل کر حملہ کرے تو جسے مجبور کیا گیا وہ قاتلانہ حملے میں شریک ہوا اور وہ ان کے ساتھ مجبوراً شامل ہو گیا اس پر فرض ہے کہ وہ قتال میں شریک نہ ہو خواہ اپنے مدمقابل مسلمانوں کے حملے میں وہ خود مارا جائے جیسے اگر کافر کسی مسلمان کو اپنے لشکر میں بزور شامل کرلیں اور اسے مسلمانوں پر حملہ کرنے پر مجبور کریں تو اس کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اپنی مجبوری کو جواز بنا کر اپنی جان بچانے کیلئے ایک بے گناہ کو قتل کردے اس کی دوسری صورت یعنی خود ہلاک ہونا بنسبت دوسرے کو ہلاک کرنے کے درست اقدام ہوگا اور وہ خود قتل سے بچ جائے اور دوسرے کو ظلم اور عدوان سے قتل کردے ہرگز جائز نہیں ہے''۔

حصول انصاف کے لئے کافر سے تعاون

حصول انصاف کے لئے کافر سے تعاون کرنے والے اصحاب کا مقدمہ یہ ہے کہ کافروں سے تعاون کی ایسی صورت جو مسلمانوں کے خلاف ہو وہ بلاشبہ کفر ہے لیکن اگر کسی کافر پر مسلمان نے کوئی ظلم کیا ہو تو کافر کو انصاف دلانے کے لئے اس کا ساتھ دینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے تاکہ انصاف کا بول بالا ہو

اس دلیل کا بطلان:

(الف): کافروں سے تعاون کی یہ دو مستقل قسمیں خود ساختہ ہیں سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی نے ایسی تقسیم نہیں کی ہے۔

(ب): مفتی صاحب سے جب کسی مسئلہ میں فتویٰ پوچھا جاتا ہے تو اس سے علمی مفصل بحث مطلوب نہیں ہوتی بلکہ اس مسئلے میں شریعت کی نصوص سے دوٹوک اور سادہ جواب درکار رہتا ہے، اپنے موقف کیلئے، علمی مسائل سے الجھاؤ پیدا کر کے حیران کئے گئے عوام الناس کو دوٹوک جواب کی ضرورت ہوتی ہے۔اصل سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف موجودہ امریکی تحالف میں شریک ہونے والے کا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ سائل کا سوال یہ نہیں ہے کہ کیا کافر کو انصاف دلانے میں کوئی مدد کی جاسکتی ہے، خواہ مخواہ زمین پر ایک درپیش واقع کو فلسفے کا روپ دے کر اپنا موقف ثابت کرنا تلبیس ابلیس ہے۔

اگر زمین پر پیش آنے والے ہر فعل کی اس طرح تقسیم کی جائے تو پھر اگر کوئی یہ سوال کرے کہ غیر اللہ کے لئے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟ اور اس کا جواب یوں دیا جائے۔

اس قسم کے ذبیحہ کی دو صورتیں ہیں:

(الف): اگر اس ذبیحہ سے غیر اللہ کی عبادت مقصود ومطلوب ہو تو یہ ذبیحہ کفر ہے۔

(ب): اگر اس قسم کے ذبیحہ سے غیر اللہ کی عبادت مقصود نہ ہو تو وہ مباح ہے۔

یہ فرضی تقسیم ہر کفر یہ عبادت میں الجھاؤ پیدا کرسکتی ہے اور سنیئے اگر کوئی شخص کسی بت کو سجدہ کرے اور قبروں سے فیض حاصل کرے اور اس طرح کے علمی اور قولی نواقض اسلام کا مرتکب ہو تو اوپر والی تقسیم سے کفرِ صریح، نواقض اسلام ہی سے مباح اور کفر کی دونوں صورتیں تلبیسی مہارت سے پیدا کی جاسکتی ہیں۔

غیر اللہ کے لئے قربانی، بت کو سجدہ اور مسلمانوں کے خلاف کفار سے تعاون بذات خود کفر ہیں۔

سورہ مائدہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسے اختراعی تقسیم کے ذریعے کوئی الجھاؤ پیدا کئے بغیر صاف لفظوں میں فرمایا کہ مسلمانوں کے خلاف یہود ونصاریٰ کا ساتھ دینا بذات خود ان کے دین اور ملت میں شامل ہونے کا بیّن ثبوت ہے اس فعل سے وہ کفر کرنا چاہتے ہیں یا نہیں، زیر بحث نہیں ہے بلکہ کلام اللہ کی رو سے وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم یہ کام کافر ہونے کے لئے کرتے ہیں بلکہ ''نخشی ان تصیبنا دائرۃ'' ہمیں خطرہ ہے کہ ہم (قوم) مصائب کا شکار نہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تاویل کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے تعاون کو دلیل بنا کر ان کا حکم یہ لگایا ہے کہ وہ ان کے دین اور ملت میں شمار ہوں گے۔

تلبیس پیدا کرنے کی یہ دونوں قسمیں باطل ہیں کیونکہ مرجئہ کا باطل فرقہ بھی فعل کو اعتقاد سے جوڑتا ہے حالانکہ کسی شخص کے دل میں محض کافر کے دین

میں اس کے کفر ہونے کی وجہ سے راغب ہونا خود کفر ہے خواہ وہ بالفعل اس دین میں جانے کا اظہار کرے یا نہ کرے یا اس دین کی عبادات میں حصہ لے یا نہ لے ۔مرجئہ کا یہی طریقہ ہے کہ وہ کسی کفر یہ فعل کے مرتکب کو اس وقت تک کافر نہیں کہتے جب تک اس کا عقیدہ اور دلی ارادہ کفر کرنے کا نہ ہو۔

آیت کی روسے تولّی خود کافر ہونے کی دلیل ہے قطع نظر اس بات سے کہ اس کا اعتقاد اور دل میں کیا ہے، جب تولّی کی صفت پائی جائے کفر کی صفت بھی موجود ہوگی ، ہاں اس تولہ کی وجہ ان کا اللہ کے ساتھ کفر بھی ہوا اور وہ ان کے کفر کی وجہ سے تولّی کرتا ہو تو اب اس کفر کی نوعیت محض تولّی سے بڑھ کر شدید تر ہوگئی ہے اب ایسا کفر کا سبب کفار سے ان کے کفر کی وجہ محبت کرنا ہے اور کافروں سے تعاون اس قلبی محبت کا تقاضا ہوا اس طرح یہ کفر کی بدترین شکل بن گئی ۔

تاریخ میں اب تک ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا جسمیں کسی اسلام لیوا شخص نے کفار کی نصرت ان کے کفر کی وجہ سے کی ہو ،گزشتہ زمانے میں بھی اس نصرت اور تعاون کی وہی وجوہات تھیں جواب ہیں یعنی ان کی طاقت سے خائف ہونا یا اپنے ریاستی منصب کو برقرار رکھنے کے لئے تعاون کرنا یا مال ودولت (امداد) کا حصول یا اس طرح کی کوئی دنیاوی غرض وغایت ،گزشتہ زمانے میں علمائے کرام اور مفتیان عظام نے اسی تعاون اور نصرت کو کفر کہا تھا جن کے حوالے ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر آئے ہیں ۔غزوۂ بدر میں مکہ میں جو لوگ اسلام لا چکے تھے وہ ''بالا کراہ'' مشرکین مکہ کے ساتھ نکلے تھے ۔

نبی علیہ السلام کے ساتھ جو مٹھی بھر سپاہ کو بلا امتیاز تمام شریک لشکر افراد کو قتل کرنے کی اجازت تھی ، اگر ان مجبور مسلمانوں کا حکم (بظاہر) باقی مشرکین سے الگ تھا تو ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص ہدایت کیوں نہیں دی تھی ؟ اور کس طرح ایک مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کا قتل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں جائز اور درست تھا جب تک ان شرکاء کا بھی وہی حکم نہ ہو جو باقی مشرکین مکہ کا تھا ۔

البتہ آخرت میں ان مقتولین کا شمار کس گروہ میں ہوگا اس میں علمائے اسلام کا قدیم سے اختلاف موجود ہے ، جیسا کہ پچھلے صفحات میں بیان ہوا ہے ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے تاتاریوں کے ساتھ شریک ہو کر لڑنے والے اسلام کے دعوے داروں کے متعلق جو فتویٰ صادر فرمایا تھا اسے ہم نے گزشتہ صفحات میں نقل کر آئے ہیں شیخ االاسلام نے ان کے کفر اور ارتداد کا فتویٰ دیا تھا خواہ وہ اکراہ کا دعویٰ بھی کرے ۔

اہل علم نے کفار سے نصرت اور تعاون کرنے والے کو کافر کہا ہے اور کسی نے یہ شرط نہیں لگائی کہ اس کے کافر ہونے کے لئے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اس نصرت وتعاون کی وجہ ان کا کافر ہونا ہے ، البتہ اس بات کی وجاحت مل جاتی ہے کہ خواہ ایسا شخص دل میں مشرکین سے شدید نفرت رکھتا ہو اور مسلمانوں سے شدید محبت رکھتا ہو پھر بھی وہ انہیں میں شمار کیا جائے گا ۔

کتاب ''الدرر'' میں محمد بن عبدالوہابؒ کا یہ قول درج ہے ''ایسے نیکوکار مسلمان کے کافر ہونے کی دلیلیں بے شمار ہیں جو اللہ کے ساتھ شرک کرے یا اللہ کے ساتھ شرک تو نہ کرے مگر موحدین کے مقابلہ میں مشرکین کا ساتھ دے ، یہ دلیلیں کلام اللہ ، احادیث رسول اللہ اور اہل علم کے اقوال میں بکثرت موجود ہیں'' ۔

شیخ عبداللطیف بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں: ''ممکن ہے ایک شخص شرک کرنے کو ناپسند کرتا ہو اور توحید کو پسند کرتا ہو لیکن اس کا جرم یہ ہوتا ہے وہ شرک کرنے والوں سے برأت نہیں کرتا اور توحید پر چلنے والوں سے موالات اور تعاون ترک کر دیتا ہے اس طرح وہ اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے ۔اس کا شمار مشرکین میں ہوتا ہے اس کا ایمان اللہ کے ہاں قابل قبول نہیں ہوتا نہ وہ اللہ کے لئے محبت رکھتا ہے اور نہ اللہ کے لئے بغض رکھتا ہے جس اللہ نے اسے پیدا کیا اور اسے ٹھیک بنایا تو اس کا یہ احسان اس کے نزدیک اس درجے کا نہیں ہے کہ وہ اس کے خالق سے دشمنی رکھنے والوں سے دشمنی رکھے اور اس سے محبت کرنے والوں سے محبت کرے'' ۔

یقیناً لا الہ الا اللہ کی شہادت میں عقیدہ ولاء اور براء داخل ہے ۔

شیخ حمد بن عتیقؒ فرماتے ہیں ''مشرکین کی پشت پناہی کرنا اور انہیں مسلمانوں کے رازوں سے آگاہ کرنا ، اسی طرح مشرکین کی حمایت خواہ زبان سے ہی ہو ، کرنا یا جو طرز زندگی وہ گزار رہے ہوں ان پر راضی ہونا یہ تمام افعال کرنے والا کافر اور مرتد ہو جاتا ہے سوائے اکراہ کی بعض حالتوں کے خواہ وہ مسلمانوں سے محبت رکھتا ہو اور کفار سے نفرت ہو''

دعویٰ: کافر کا انصاف اور حصول عدل کے لئے ساتھ دینا جائز ہے

کافر کا انصاف اور عدل کے حصول کے لئے ساتھ دینا جائز بلکہ واجب ہے اس دعوے کی کیا حقیقت ہے اگلی سطور میں ہم اس دعوے پر بحث کریں گے:

(الف): کسی مسلمان کا ذمی یا جن کافروں سے اس قسم کا معاہدہ ہوا ہو تو (انہیں) انصاف میسر کرنا اور ظلم سے نجات دلانا شریعت اسلامی میں بالکل جائز اور مباح ہے مگر اس قسم کے تعاون کو کسی اہل علم نے ''مظاہرہ'' کافروں کی پشت پناہی کرنا نہیں کہا ہے اور نہ اسے نصرت کے لفظ سے موسوم کیا ہے، اس قسم کی مشروع اور مباح بھلائی کو ایک سیاسی (ملکی یا قومی) سطح کی پشت پناہی پر چسپاں کرنے والا اجہل الجاہلین ہی ہوسکتا ہے۔

(ب): ذمی کا یا معاہد کافر کو ظلم سے بچانے یا عدل وانصاف سے پیش آنے کا کام خود مسلمانوں کی جمعیت کرے گی، انہیں یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے جیسے کفار سے یہ چاہیں کہ وہ مسلمانوں کی جمعیت یا اسلامی ریاست سے انہیں انصاف دلانے کیلئے مدد کریں دوسرے سے ایسی مدد مانگنا تو دور کی بات ہے وہ خود بھی اپنے لئے انصاف، عدالت یا پنچائیت کے ذریعے ہی طلب کرے گا خود اپنا فیصلہ آپ نہیں کرے گا۔ اگر ذمی یا معاہد میں اتنی ہی طاقت ہو تو پھر یقیناً ذلت اور صغار، جوان کے لئے ضروری ہے، میں نہیں ہوں گے اور مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے ان کے پاس طاقت ہوگی اور یہ صورت ذمی اور معاہد کی ہوتی ہی نہیں ہے یہ صورت بغاوت اور جنگ کی ہوتی ہے۔

(ج): ہم مدعی سے پوچھتے ہیں کہ ''حصول انصاف'' سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اگر وہ کہے کہ شریعت کے تقاضے پورے کرنا تو اس کا جواب اوپر دیا جاچکا ہے لیکن حصول انصاف سے وہ اسلامی شریعت کے قوانین مراد نہیں لیتے بلکہ صلیبی حملہ آور جسے انصاف اور عدل کہے وہی ان کی مراد ہوتی ہے۔ وہ برملا کہتے ہیں کہ جن مسلمانوں پر اس حملے کا الزام ہے اس کی تحقیق امریکہ میں کی جائے گی، اسلامی شریعت میں یہ قانون کس جگہ موجود ہے؟

اگر مذکورہ بالا وضاحت کے باوجود وہ اسی کو انصاف اور عدل کہنے پر مصر ہوں تو یہ کفر اور ارتداد ہے کیونکہ وہ طاغوت سے فیصلہ کرانا چاہتے ہیں، امریکہ کے قوانین کو مبنی برحق کہنا، اگرچہ فروعات میں ان کے قوانین میں بھی انصاف ہوگا اور اسے اسے طاغوت نہ کہنا کفر ہے۔ نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں: ''انگریزوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ صاحبان عدل وانصاف ہیں، اگر اس سے مراد یہ ہوا کہ ان کے کفریہ قوانین برحق ہیں تو یہ واضح ترین کفر بواح ہے، غیر اللہ کے قوانین کو کلام اللہ میں **عـتـواً، عـنـاداً، طغیاناً، افکاً، اثماً مبیناً، خسراناً مبیناً** اور **بهتان** کی اصطلاحوں سے موسوم کیا ہے مبنی برحق وانصاف صرف اللہ کی شریعت ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے: **ان الله يـامـر بالعد ل والاحسان** بیشک اللہ انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے، اگر اہل نصاریٰ کے قوانین برحق ہیں تو پھر انہیں آسمان سے نازل ہونا چاہئے تھا'' یہ الفاظ نواب صدیق الحسن کے ہیں .

اب امریکہ کے عدل وانصاف کی مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

عراق پر اقتصادی پابندی کی وجہ سے دس لاکھ بچے ہلاک ہو چکے ہیں امریکی اسلحے اور مالی امداد سے فلسطین میں ہزاروں مسلمان مارے جا چکے ہیں۔

افغانستان پر حملے سے پہلے امریکی پابندیوں کی وجہ سے پندرہ ہزار بچے ہلاک ہو چکے تھے۔

صومال پر امریکہ کے حملوں سے ہزاروں مسلمان مارے گئے تھے امریکہ کے عدل وانصاف کا مختصر خاکہ ہم پہلے باب میں پیش کر چکے ہیں اس کا اعادہ کرلیں۔

دعویٰ: طالبان اور جوان کے پاس مقیم ہیں ظالم ہیں

القاعدہ امریکہ میں دھماکہ کرنے کا ذمہ دار ہے اور حکومت طالبان اس کی حفاظت کررہی ہے اس لئے اس ظلم کو دور کرنے میں ساتھ دینا دراصل ظلم کو ختم کرنے میں تعاون ہے!

یہ دعویٰ کسی بھی اصول پر قائم نہیں ہے، اس دعوے کی قانونی حیثیت اسلامی قوانین میں ہے نہ امریکی قوانین میں۔ جہاں تک اسلامی شریعت کا تعلق

ہےتو اس کے متعلق قرآن یہ واضح حکم دیتا ہے:

یاایہا الذین اٰمنوا ان جاء کم فاسق م بنبإٍ فتبینوا ان تصیبوا قوماً بجہالۃٍ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین۔ [حجرات ۶]

''اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ''

محولہ بالا حکم اس صورت میں جب کہ دعویٰ کرنے والا فاسق ہو، ہم جس مسئلے پر بحث کر رہے ہیں اس صورت میں فیصلہ کرنے سے پہلے انتہائی درجے کی احتیاط واجب ہے۔

جہاں تک امریکی طاغوتی قوانین کا تعلق ہے تو اس میں یہ قاعدہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ہر ملزم بے گناہ ہے جب تک اس کا جرم ثابت نہیں ہو جاتا، ہر خاص و عام جانتا ہے کہ امریکہ نے ابھی تک اپنے الزامات کو ثابت نہیں کیا ہے۔

اگر ان حادثات میں مسلمانوں کے ہاتھ کو ملوث ہی سمجھا جائے تو اس فرضی صورت میں فریقین کے مذہب میں فرق ہونے کی وجہ سے مسئلہ پیچیدہ ہو جاتا ہے، جو فعل امریکی قانون میں جرم ہو کیا یہ ضروری ہے کہ وہ اسلامی شریعت میں بھی جرم ہونا چاہیے۔ مسلمان جرم اور عدم جرم کا فیصلہ قرآن و حدیث سے کرتے ہیں، جسے ہم جہاد کہتے ہیں وہ اسے دہشت گردی کہتے ہیں ہم حدود اللہ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شریعت اور بندوں پر احسان سمجھتے ہیں وہ ان قوانین کو انسان کی توہین اور ظلم و بربریت سے تعبیر کرتے ہیں۔ عورتوں کے لئے حجاب کو باعث حقارت سمجھتے ہیں، زناکاری اور شراب نوشی پر پابندی کو انسانی آزادی میں دخل دینا سمجھتے ہیں اور اسی طرح دیگر قوانین کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

اس صورت میں گیارہ ستمبر کے حادثے کو قرآن و حدیث اور ائمہ کرام کے اقوال پر پیش کرنا فرض ہے، بین الاقوامی طاغوتی قانون پر پیش کرنا ہرگز جائز نہیں۔

بالفرض یہ کاروائی مسلمان نے کی ہے، کافروں اور مسلمانوں کے درمیان جو معاہدے طے پا جاتے ہیں ان کی پابندی کی شروط اور انہیں کالعدم قرار دینے کے اسباب ہماری شریعت میں پوری طرح موجود ہیں اسی طرح جس سے معاہدہ کیا جائے اسے بھی معاہدہ کو فسخ یا کالعدم قرار دینے کا پورا حق ہوتا ہے ،القاعدہ نے امریکہ کو پہلے ہی خبردار کر دیا تھا بلکہ امریکہ نے کروز میزائلوں سے القاعدہ کے ٹھکانوں پر حملہ اس کاروائی سے پہلے کیا تھا ،فریقین اپنی عداوت کا اظہار کر چکے تھے، دونوں کے درمیان کوئی قانونی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔

ابوبصیر اور ابوجندل رضی اللہ عنہما کے قاتلانہ حملوں کی شرعی توثیق ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر آئے ہیں۔ بلاشبہ نبی علیہ السلام نے مدینے کی ریاست کے حکمران کی حیثیت سے صلح کا معاہدہ ضرور کیا تھا لیکن ان صحابہ کرام کے حملے یا ان سے تحفظ فراہم کرنے کی ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد نہیں ہوتی تھی

۔

فرض کریں یہ کاروائی انہیں مسلمانوں نے کی ہو اور ہماری شریعت کے لحاظ سے اس کا غلط ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے تو ایسی صورت میں وہ شریعت اسلامی کی رو سے مجرم اور ظالم ہوئے اس کا حکم بھی ہم اپنی شریعت سے دریافت کریں گے اور یہی ہم پر فرض ہے طواغیت سے ہرگز فیصلہ نہیں کرایا جا سکتا۔

طالبان اور جو وہاں مقیم ہیں ظالم ہیں ہم یہ فرض کر لیتے ہیں کیا امریکہ ان بڑھ کر ظالم نہیں ہے! بلاشبہ امریکہ سب سے بڑا ظالم، دہشت گرد اور گندا ترین ملک ہے اور برسوں سے دنیا میں ظلم کر رہا ہے۔ جس کا مختصر خاکہ ہم پہلے باب میں بیان کر چکے ہیں۔

منہاج السنۃ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں ''اہل کتاب کا مسلمانوں سے موازنہ کرنے میں ہمیشہ تم اس نتیجے پر پہنچوں گے کہ مسلمانوں میں جو برائی ہوگی وہ اہل کتاب میں ان سے کہیں بدترین شکل میں موجود ہوگی اور اہل کتاب میں جو بھلائی ہوگی وہ مسلمانوں میں اس سے کہیں زیادہ اور وسیع تر ہوگی ۔قرآن مجید میں جہاں کہیں اہل کتاب یا مشرکین کے صحیح مقدمے کا ذکر کرتا ہے، اگر اس کا مقصد مسلمانوں کی تنقیص ہو تو قرآن ان کے جرائم بھی تو وہاں گنواتا ہے اور (اہل کتاب کو) جتلاتا ہے کہ تمہارا اپنا ظلم بڑھ کر اور شدید تر ہے''۔

سورہ بقرہ آیت ۲۱۷ میں اس مناظرے کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے:

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیه ، قل قتال فیه کبیر ، وصد عن سبیل اللہ و کفر به والمسجد الحرام واخراج اھله منه اکبر عنداللہ والفتنة اکبر من القتل.

لوگ پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ کہو اس میں لڑنا بہت برا ہے مگر اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کا راستہ اللہ والوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ برا ہے اور فتنہ، خونریزی سے بھی شدید تر ہے''

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک دستے نے ابن الحضرمی کو ماہ رجب کی آخری تاریخ میں قتل کر دیا تھا جسے بنیاد بنا کر مشرکین نے مسلمانوں پر حرمت والے مہینے کی پاس داری نہ کرنے کا الزام لگایا تھا۔

مسلمان خواہ ظالم ہو اس کی موالات اور حقوق مسلّم رہتے ہیں، جس حد تک اس میں اسلام باقی ہوتا ہے اس کے خلاف کافر سے تعاون کسی صورت میں جائز نہیں ہوتا۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''مومن اللہ کے لیے محبت رکھتا ہے اور اللہ کے لیے عداوت، یہاں تک کہ اگر مومن کسی ظلم کا مرتکب ہو تو اس کی موالات کا حکم باقی رہتا ہے'' اس کے بعد امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سورہ حجرات کی آیات ۹ تا ۱۰ بطور دلیل پیش کرتے ہیں:

وان طائفتٰن من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما ،فان م بغت احدھما علی الاخرة فقاتلوا التی تبغی حتی تفی ء الی امر اللہ، فان فاء ت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ، ان اللہ یحب المقسطین انما المومنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم ،واتقوا اللہ لعلکم ترحمون.

''اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں میل ملاپ کرا دیا کرو، پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم سب اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس اپنے دونوں بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''

اور فرماتے ہیں کہ اخوت کا وصف باہمی قتل وغارت کے باوجود قرآن دونوں گروہوں پر باقی رکھتا ہے اور انکے درمیان صلح کرانے کی تاکید کرتا ہے۔

دعویٰ: ''طالبان'' مشرکوں کی حکومت ہے

طالبان پر ایک الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ وہ قبر پرستی کی سرپرستی کرتے ہیں اور قبروں سے فیض لینے کا عقیدہ رکھنے والے اس حکومت میں کلیدی عہدوں پر فائز ہیں، بنابریں کافر کی مدد کسی کافر کے خلاف کی جا سکتی ہے ان مدعیان کے ایک غالی گروہ نے یہاں تک کہا ہے کہ اہل کتاب مشرکوں سے بہتر ہیں اور ان دو کے مقابلے میں کتابی کی مدد اولیٰ ہے (سبحانک ہذا بہتان عظیم)۔

(الف): اس الزام کو ثابت کرنا مدعیان کے سر ہے کیونکہ مدعی کا فرض ہے کہ وہ اپنے دعوے کو ثابت کرے، افغانستان میں شرک اکبر پایا جاتا ہے اسے ثابت کریں اور طالبان قیادت اسے برقرار رکھنے پر مصر ہے دونوں دعوے ثابت کرنا مدعیان کے ذمے ہے، اگر وہ یہ دونوں دعوے ثابت نہیں کر سکتے تو وہ جھوٹے ہیں۔

(ب): افغانستان دنیا سے کوئی کٹا ہوا ملک نہیں ہے گزشتہ برسوں میں دنیا بھر کے مسلمانوں نے افغانستان میں کچھ وقت گزارا ہے اور بعض افراد نے مستقل سکونت بھی اختیار کی ہے ان غیر ملکی وفود میں طالب علم بھی تھے اور علماء بھی اور سب نے گواہی دی ہے کہ طالبان قیادت ہر قسم کے شرک سے برأت کرتی ہے اور اس میں شرک نہیں ہے، بلکہ اس کی مذمت بھی کرتی ہے یہ درست ہے کہ وہاں بدعات پائی جاتی ہیں لیکن بدعات کا وجود شرک اکبر کے لئے مستلزم نہیں ہے۔ کسی قبر پر

پختہ عمارت کا ہونا اگر چہ بدعت ہے اور اس پختہ عمارت کا ہونا اگر چہ بدعت ہے اور اس پختہ عمارت کا طواف کرنا اور وہاں غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا اور نذر ماننا جو شرک اکبر ہے دونوں میں فرق ہے قبروں پر پختہ عمارتیں وہاں ضرور پائی جاتی ہیں لیکن یہ بدعت ہے شرک اکبر نہیں اسی طرح اصحاب قبر کے وسیلے سے دعا مانگنا شرک اکبر ہے اور اولیاء کی قبور پر جا کر اس نیت سے اللہ سے دعا کرنا کہ وہ قبول ہوگی بدعت ہے، اسی طرح صالحین کے متروکات سے تبرک حاصل کرنا بدعت ہے جبکہ عبادت کے کسی انداز کو وہاں بجالانا شرک اکبر ہے، افغانستان میں ایسے کم علم لوگوں میں توحید کی دعوت عام کرنے کا کام طالبان دور میں جاری تھا۔

(ج): طالبان نے شرک کے بعض استھانے (مراکز) منہدم کئے ہیں اور اسی طرح شرک اکبر کو ممنوع قرار دیا ہے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں۔

(د): عوام کے کچھ طبقات کے شرک کو دیکھ کر پوری حکومت اور ملک کے تمام باشندوں پر اس شرک کا اطلاق کرنا غیر منصفانہ فعل ہے، اگر کسی ملک میں شرک کے وجود سے تمام باشندوں کو مشرک قرار دیا جانے لگے تو پھر دنیا میں کہیں یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہاں لوگ شرک نہیں کرتے جزیرہ عرب میں روافض اور اسماعیلی فرقے شرک کرتے ہیں اسی طرح مکہ میں قبر پرست صوفیاء بھی پائے جاتے ہیں ان کے شرکیہ کاموں کو دیکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جزیرہ عرب میں سب مشرک ہیں اسی طرح افغانستان کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہاں سب مشرک ہیں۔

(س): بلاشبہ طالبان کا دور اُن کے پیشرو حکمرانوں سے بہت بہتر تھا اور بہتری کی طرف بڑھ رہا تھا دنیا بھر کے علماء نے طالبان حکومت سے پہلے افغانستان کی جو قیادت تھی اس کے تحت روس کے خلاف لڑنے کو جہاد اسلامی کہا تھا، اگر طالبان سے پہلے کی قیادت کے ساتھ لڑنا جہاد تھا تو بالاتفاق طالبان قیادت ان سے بہتر تھی لہٰذا ان کا ساتھ دینا بالاولیٰ درست تھا، مفتی الدیار شیخ عبدالعزیز بن باز نے متعدد بار افغانستان کی معزول قیادت کے ساتھ لڑنے کو جہاد کہا تھا، اس بابت ان کے فتوے میں کہا گیا تھا ''بلاشک افغانستان میں کیا جانے والا جہاد جہاد اسلام ہے جس کی حوصلہ افزائی اور تعاون کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے کیونکہ وہ دنیا کے خبیث ترین حملہ آور کے خلاف جہاد کر رہے ہیں، اگر چہ غنیم جدید ترین اسلحے سے لیس اور دنیا کی دوسری بڑی طاقت سمجھا جاتا ہے لیکن اللہ کی مدد اور نصرت ہمارے بھائیوں کے ہم رکاب ہے، لہٰذا تمام اہل اسلام پر ان کی مدد کرنا واجب ہے، اپنے مال سے اپنی جان سے اور اپنے سماجی مرتبے سے اور جو اس قسم کے تعاون میں حصہ ڈالے گا وہ اپنے واجب کو ادا کرے گا''۔

شیخ ناصر بن حمد نے مفتی دیار عبدالعزیز بن باز کے ایک اور فتوے کا بھی حوالہ دیا ہے جو اختصار کے پیش نظر ترجمہ نہیں کیا گیا ہے۔

جب حملہ آور روس تھا تو افغانستان کا جہاد جہاد اسلام تھا آج حملہ آور امریکہ ہے تو اس کے جہاد نہ ہونے کی کیا وجہ ہے حق تو یہ ہے کہ آج کا جہاد گزشتہ جہاد سے بھی افضل اور مقدس ہے پہلی وجہ طالبان نے شریعت کا نفاذ پہلے کی نسبت بہت زیادہ (اصل بنیاد پر) کیا تھا۔

افغانستان آج ایک قیادت کے تحت جہاد کر رہا ہے جبکہ پہلے یہ قیادت کثیر تھی اور آپس میں (لالچ اقتدار کی وجہ سے) اختلاف بھی رکھتی تھی، پہلے روس نے تنہا حملہ کیا تھا آج امریکہ اور اتحادی ممالک نے مشترکہ حملہ کیا ہے۔

(ش): ہم مدعیان سے پوچھتے ہیں کہ روس کے خلاف افغانستان نے جو جہاد کیا تھا اس کا تمہارے نزدیک کیا حکم ہے؟ اگر ان کا جواب یہ ہو کہ وہ اسلامی جہاد تھا ،تو ہم پوچھنا چاہیں گے کہ اب جبکہ بالاتفاق طالبان قیادت معزول قیادت سے بہتر ہے اس کے ساتھ مل کر لڑنا جہاد کیوں نہیں؟ کیا گزشتہ قیادت کے دور میں وہاں قبر پرست نہیں تھے؟ کیا خانقاہیں، مقبرے اور اولیاء کی قبور طالبان نے تعمیر کرائی ہیں۔ اس وقت یہ شرک کے مظاہر آپ کو کیسے گوارا ہو گئے تھے جب سب مشائخ اور سرکاری وغیر سرکاری مفتیان اسے جہاد کہتے تھے اور ان کی نصرت ان سے تعاون کرنا واجب قرار دیتے تھے اور اس کی ترغیب دیا کرتے تھے اور سعودی عرب کی پروازوں پر سفر کرنے والے مجاہدین کی ٹکٹوں پر ۷۵ فیصد رعایت دی جاتی تھی اور یہ رعایت کئی سالوں تک برابر ملتی رہی تھی۔ جب سے امریکہ دشمن ہوا ہے، افغانستان میں پائے جانے والے شرکیہ مظاہر آپ کو بہت واضح دکھائی دینے لگے ہیں۔

(ص): لیجئے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ افغانستان مشرکوں کا ملک ہے! کیا اس وسیع وعریض ملک میں ایک بھی موحد نہیں ہے؟ بلاشبہ کوئی یہ دعویٰ نہیں کرتا، بلکہ وہاں موحّدین کی کثیر تعداد موجود ہے، اگر افغانستان میں صرف ایک موحّد ہوتا تو اس کے خلاف امریکہ کی حمایت اور نصرت کفر اور ارتداد ہوتی وہاں موحّدین کی کثیر

تعداد تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔

(ظ): ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ افغانستان میں مذکورہ بالا بدعات اور منکرات نہیں پائی جاتیں، بدعات اور منکرات تسلیم کرنے کے بعد ہم اس کا شرعی حکم جاننا ضروری سمجھتے ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری میں اسلام کی تاریخ میں طوائف الملوکی کا دور ہے، اسی دور میں مصر اور شام کے علاقوں میں اولیاء کی قبروں کی تعظیم کی جاتی تھی اور اسی دور میں نبی علیہ السلام کے مدفن پر بلند و بالا گنبد تعمیر کیا گیا تھا، اسی دور میں اہل سنت والجماعت سے خارج فرقے جہمیہ، وحدت الوجود اور صوفیاء کے عقائد رائج ہوئے تھے، لیکن اس کے باوجود اسلامی شریعت ہی قانوناً نافذ تھی، جب مسلمانوں کی ان حکومتوں میں تاتاریوں نے حملہ کیا تو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور دوسرے جلیل القدر ائمہ نے نہ صرف اسے جہاد کہا تھا بلکہ تاتاریوں کے ساتھ تعاون کرنے والوں پر کفر وارتداد کا فتویٰ لگایا تھا حالانکہ مذکورہ بالا فرقوں کے عمائدین نے متعدد بار آپ کو قید و بند میں ڈالا اور تشدد کیا تھا۔

(ض): آپ کے نزدیک افغانستان مشرکوں کا ملک سہی اللہ انہیں شرک سے محفوظ و مامون رکھے۔ امریکہ نے اب تک جن ممالک پر حملہ کرنے کا عندیہ دیا ہے وہ لبنان، مصر، الجزائر، لیبیا، صومال، یمن اور ازبکستان اور چند دوسرے ممالک ہیں کیا ان تمام ممالک میں بھی مشرک رہتے ہیں؟ نعوذ باللہ من ذلک۔

اگر تمہاری ضد ان ممالک پر بھی وہی حکم لگاتی ہے جو افغانستان پر تم نے لگایا ہے تو پھر بھی تمہارا دعویٰ غلط ہے، امریکہ ان پر اس لئے حملہ آور نہیں ہوا ہے کہ وہ شرک کرتے ہیں بلکہ وہ اس لئے حملہ کرنے والا ہے کہ (کلمہ گو) مسلمان ہیں اور اس کا حملہ شرک کے خلاف نہیں اسلام کے خلاف ہے۔

(ح): امریکہ متعدد بار صراحت کر چکا ہے کہ اس کا اصل ہدف دعوت وہابیہ ہے کیونکہ یہی خالص توحید کی دعوت ہے اور بنیاد پرستی ابھارتی ہے، اخبار سنڈے ٹائم ستمبر ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں اسٹیفن سکوارٹ لکھتا ہے کہ سارے مسئلے کی جڑ سعودی عرب سے اٹھنے والی وہابی دعوت ہے۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ اس بات کا کھوج لگانا چاہیے کہ ان میں سے آخر ایسے درندہ صفت افراد کیونکر پیدا ہوئے؟ دنیا کے دوسرے بڑے مذہب (یہودیت) کے خلاف دلوں میں نفرت کون پیدا کر رہا ہے؟ یقیناً سب کا ایک ہی جواب ہوگا، وہابیت، وہابیت خود اسلام میں ایک اچھوتا تصور ہے، یہ دعوت کسی صلیبی حملے کے نتیجے میں کھڑی نہیں ہوئی تھی بلکہ پچھلی دو صدیوں میں نجد سے اٹھی تھی یہ پر تشدد، بے رحم، شدید تعصب پر مبنی دعوت ہے تمام خلیجی ممالک کا سرکاری مذہب ہے اور اسلام کی تمام بنیاد پرستانہ تحریکوں میں یہی وہابیت سب سے زیادہ خطرناک ہے، وہابیت یورپ میں پروٹسٹنٹ تحریک سے بھی زیادہ پر تشدد ہے، اس مذہب میں کسی قسم کی موسیقی سے لطف اندوز ہونا حرام ہے ماسوائے شادی بیاہ پر دف بجانا، مستقل شراب نوشی کی سزا موت ہے، اور اسی طرح ناجائز جنسی تعلقات پر بھی بے رحمی سے سنگسار کرنا ان کا فوجداری قانون ہے، غیر نمازی کو وہابیت میں کافر کہا جاتا ہے، وہابیوں کی ذہنیت مساجد کی خوبصورتی اور قبروں پر پختہ عمارتیں بنانے کے اس لئے خلاف ہے کہ اس سے ان مشاہد کی پرستش کا احتمال پیدا ہوتا ہے، وہابی مسجد میں لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کندہ کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور اسی طرح عید میلاد النبی کو بھی بدعت کہتے ہیں۔

کالم نویس آگے چل کر لکھتا ہے "اگر امریکہ سنجیدگی سے بنیاد پرستی کی جڑ کاٹنے کا عزم رکھتا ہے تو اسے اپنی توجہ سعودی عرب پر مرکوز کرنی ہوگی اور اس سے معاہدہ کرنا ہوگا، عراق لیبیا بلاوجہ اہم ہوگئے ہیں ان ممالک میں اسلامی بنیاد پرستی اس قدر شدید نہیں ہے جتنی سعودی عرب میں ہے، سعودی عرب ہی وہ ملک ہے جو اس قسم کی بنیاد پرستی کا مرکز ہے"۔

اخبار نیویارک ٹائمز نے اپنی ۱۹ اکتوبر ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں یہ الزام لگایا ہے کہ سعودی عرب کے سرکاری تعلیمی ادارے بنیاد پرستی کا اصل موجب ہیں، ان مدارس میں جو سرکاری نصاب پڑھایا جاتا ہے اس میں یہودیوں اور عیسائیوں سے تعلقات نہ رکھنے پر زور دیا جاتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ کافر ہیں اور ان کے پکے دشمن ہیں۔

اخبار شکاگو ٹرائیبون ۱۳ اکتوبر ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ سعودی عرب کی جدید وہابیت دنیا بھر میں بنیاد پرستی کی جڑ ہے وہ ایک ایسے معاشرے پر یقین رکھتی ہے جس میں سختی سے مذہب پر عمل کرایا جاتا ہے سعودی عرب سے اٹھنے والی اس دعوت کے دنیا میں پھیلنے کی وجہ معدنی تیل کی آمدنی ہے۔ جس کی وجہ سے سعودی عرب میں اس دعوت کا فکری اور مالی سرچشمہ ہے

بی بی سی کی ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۱ء کی عربی نشریات میں امریکی امور خارجہ کے حوالے سے جوزف بیڈن کا یہ بیان نشر ہوا تھا کہ سعودی عرب دینی مدارس کی

سرپرستی سے باز رہے ورنہ اسے خمیازہ بھگتنا ہوگا جوزف بیڈن کا خیال ہے کہ اسامہ بن لادن اور طالبان نے سعودی عرب کی حمایت یافتہ وہابی تحریک سے متاثر ہوکر متشددانہ طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔

طالبان پر شرک کا الزام لگا کر امریکہ کی حمایت کا جواز نکالنے والے امریکہ کے اصل ہدف وہابیت کی کیا توجیہ کرتے ہیں؟ **واللہ غالب علی امرہ**

دعویٰ: الا علی قومٍ بینکم و بینھم میثاق

طالبان کے مقابلے میں امریکہ کی حمایت کرنے والے سورہ انفال کی آیت ۷۲ کو بنیاد بنا کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ امریکہ سے تعاون کرنے کی ہم اس آیت کی وجہ سے پابند ہیں کہ:

وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قومٍ بینکم وبینھم میثاق۔

''ہاں اگر وہ دنیا کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو''

یہ دعویٰ کئی وجوہات کی بناء پر غلط ہے:

(الف): اس آیت سے مراد وہ لوگ تھے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ رہنے پر مجبور تھے۔

اسی آیت کا دیباچہ خود اس بات پر دلیل ہے پوری آیت کچھ یوں ہے۔

ان الذین آمنوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض ،والذین آمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیءٍ حتی یھاجروا ، ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق ، واللہ بما تعملون بصیر.

''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں اور اپنے مال کھپائے اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں، رہے وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام) نہیں گئے تو ان سے تمہارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں جب تک وہ ہجرت کر کے نہ آجائیں، ہاں اگر دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو''

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''یہ آیت ان بادیہ نشین مسلمانوں کے متعلق تھی جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور مشرکین کے خلاف اسلامی سپاہ میں شامل ہوکر جہاد نہیں کیا تھا۔ اگر وہ اپنے اوپر کئے جانے والے کسی ظلم کی فریاد کریں تو تمہارے اوپر ان کی مدد کرنا فرض ہے کیونکہ سیاسی تعلق نہ ہونے کی باوجود دینی اخوت کا یہ تقاضا ہے ہاں اگر مدد مانگنے والے ایسی قوم کے ساتھ رہتے ہیں جن سے ایک مدت معلوم کے لئے صلح کا معاہدہ ہوا ہے تو اس متعین مدت کے دوران میں تم اپنے اس معاہدے کی خلاف ورزی نہ کرو''۔

محوّلہ بالا آیت اپنے معنی اور مدلول کے لحاظ سے واضح ہے اس کا مسلمانوں کے خلاف کافروں کی پشت پناہی اور نصرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور یہی قول اہل علم کی کثیر تعداد کا ہے (احکام الجصاص)

احکام ابن العربی: فتح مکہ کے بعد یہ حکم اللہ نے منسوخ کر دیا تھا اور اسی طرح دارالحرب میں مقیم وارثوں کے احکام بھی منسوخ ہو گئے تھے کیونکہ ہجرت کے احکام فتح مکہ کے بعد ساقط ہو گئے تھے۔ اب اس آیت کا حکم ان تنگ دست اسیران کے لئے باقی ہے اور اس سے ولایت منقطع نہیں ہوتی، اگر ان مسلمانوں کی اتنی تعداد ہو جو انہیں رہائی دلا سکے تو یہ نصرت کرنا ان پر فرض ہوگا اگر ہمارے تمام مال و اسباب ان کی رہائی پر صرف ہو جائیں تو ایسا کرنا بھی فرض ہوگا خواہ کسی کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ بچے۔ یہی قول امام مالکؒ اور دوسرے ائمہ کرام کا ہے۔ ابن العربیؒ مزید لکھتے ہیں افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ ہمارے بے شمار قیدی دشمن کے پاس ہیں اور ان کے مسلمان بھائیوں کے پاس مناسب بلکہ زائد سرمایہ ہے لیکن وہ اپنے ان اسیران بھائیوں کے کی رہائی پر یہ مال خرچ نہیں

کرتے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ

مولف مندرجہ بالا اقتباس کے بعد لکھتے ہیں کہ اللہ ابن العربی پر اپنی رحمت کرے اگر وہ آج کے مسلمانوں کی لاتعلقی دیکھتے تو پہلے سے کہیں زیادہ تأسف کا اظہار کرتے۔

(ج): جہاد کی دو قسمیں ہیں جہاد طلب اور جہاد دفاع، آیت کا حکم ان مسلمانوں کے لئے ہے جو جہاد طلب کر رہے ہوں، یہ جہاد دفاع ہے، اور جہاد دفاع ایک نازک معاملہ ہے شیخ الاسلامؒ ابن تیمیہ فرماتے ہیں ''اگر دشمن مسلمانوں پر چڑھ دوڑیں تو اس کا دفاع کرنا ان تمام مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :وان استنصروكم فی الدين فعليكم النصر الا علی قومٍ بينكم وبينهم ميثاق. اسی طرح نبی علیہ السلام نے بھی ہر مسلمان کی نصرت کرنے کا حکم دیا ہے، جہاد دفاع میں ہر مسلمان شریک ہوگا خواہ وہ اہل قتال میں سے ہو یا نہ ہو (اپاہج معذور وغیرہ) کیونکہ ہر شخص پر اس کی استطاعت کے مطابق مدد فرض ہوتی ہے اپنی جان و مال سے خواہ تھوڑے ہوں یا زیادہ پیدل ہوں، یا سوار، مسلمان عہد رسالت میں اسی طرح اہل قتال اور غیر اہل قتال تھے، جب غزوہ خندق میں دشمن نے مدینہ پر چڑھائی کی تھی، غزوہ خندق میں جہاد دفاع کی وجہ سے کسی کو جہاد ترک کرنے کی اللہ نے اجازت نہیں دی تھی جس طرح پہلے جہاد طلب کی وجہ سے شامل نہ ہونے کی اجازت تھی۔غزوۂ خندق میں جن لوگوں نے جہاد میں شریک نہ ہونے کے لئے عذر تراشے تھے قرآن نے ان کی سورہ احزاب آیت ۱۳ میں مذمت کی ہے:يقولون ان بيوتنا عورةٌ وماهی بعورةٍ ان يريدون الا فرارا. کہہ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجازت مانگنے لگے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے لیکن ان کا پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا تھا''

کیونکہ جہاد دفاع میں دین، ناموس اور جان سب کی حفاظت مطلوب ہوتی ہے، یہ ہنگامی حالت ہوتی ہے جبکہ جہاد طلب اپنی مرضی سے کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد دین کی سربلندی، اس کی دعوت اور دشمن پر رعب بٹھانا ہوتا ہے جیسے غزوۂ تبوک (فتاویٰ جلد ۲۸ ص ۳۵۹)۔بنابریں اس آیت سے مذکورہ بالا دعویٰ نکالنا بے بنیاد اور غیر متعلق ہے۔

اس فتنے میں مسلمانوں پر کیا واجب ہے

توحید پر قائم رہنا، توحید ہی مسلمان کا اصل سرمایہ ہے قیامت کے دن توحید کے علاوہ کوئی چیز نجات نہیں دلا سکے گی، ان حادثات نے ہماری توحید میں کمزوری کو نمایاں کیا ہے بلکہ توحید کے جامع تصور سے خود اہل توحید میں ضعف پایا گیا ہے عقیدہ ولاء اور براء توحید کا ایک لاینفک جز ہے مسلمانوں کے مقابلے میں اللہ کے دشمنوں سے موالات رکھنا خواہ زبان کی حد تک ہو، عقیدے کو تباہی کے دہانے پر لے آتی ہے اور دنیا میں اس کا برا انجام یہ ہوگا کہ بالآخر یہ کافر اپنے تعاون کرنے والے مسلمانوں کے خلاف بھی جنگ کریں گے اور آخرت بھی برباد ہوگی کیونکہ کفار کی موالات کفر اور ارتداد ہے، والعیاذ باللہ۔

افغانستان کے مسلمانوں کا ساتھ دینا ہر نفس پر واجب ہے، اس کی استطاعت اور قدرت کے مطابق، جان سے، مال سے، اسلحے اور اپنے خیالات کے اظہار سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان هذه امتكم امةً واحدةً وأنا ربكم فاتقون. [مومنون: ۵۲].

''یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے میں ہی تمہارا رب ہوں پس مجھ سے ڈرتے رہو'' سورہ حجرات میں ''انما المؤمنون اخوة'' بے شک مومنین ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔اسی طرح بخاری ومسلم کی حدیث ہے:''المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلم ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے دشمن کے حوالے کرتا ہے۔

اور اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تری المومنين تراحمهم و توادهم وتعاطفهم كمثل الجسد اذا اشتكی عضو تداعی لهسائر الجسد بالسهر والحمی ''تم مسلمانوں کو ایک دوسرے پر شفقت، محبت اور جان نثاری میں ایسے پاؤ گے گویا وہ سب ایک جسم ہیں۔جس کے کسی ایک عضو میں کوئی تکلیف ہو تو سارا بدن بخار کی تپش اور شدت کی وجہ سے رت جگے میں شریک ہوتا ہے۔

ایک متفق علیہ حدیث میں فرمایا:''المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا ''ایک مومن دوسرے مومن کے لئے کسی عمارت کی اینٹ کی طرح ہے جوایک دوسرے سے پیوستہ ہوتی ہیں۔ پھراپنے مبارک ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پیوست کر دیا۔

تمام کفر افغانستان کے مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گیا ہے اس لئے ہر مسلمان کا ان کی صف میں شامل ہونا فرض ہے ان کی نصرت کرنا اوران کے لئے دعائے خیر کرنا، یہ ان کا کم از کم حق ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت کا حکم دیا ہے اوراسے بے یارومددگار چھوڑنے سے منع کیا ہے۔ بین الاقوامی سیاست سے اللہ کی شریعت میں تبدیلی نہیں آتی اور نہ اس سے شریعت کا کوئی حکم خاص زمانے کے لئے محدود ہوتا ہے ہم ایسی ہر سیاست سے برأت کرتے ہیں جس سے اللہ کے حکم کی مخالفت ہوتی ہو، اللہ کے دشمنوں سے تو وفاداری اور اللہ کے دوستوں سے مخاصمت، ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

ان نازک حالات میں ہر مسلمان پر جہاد فرض عین ہے جو اس پر قادر ہو اس قسم کے جہاد میں والدین کی اجازت شرط نہیں ہے، مسلمانوں کے علاقوں پر دنیا کے بدترین کافر نے حملہ کر دیا ہے اس حال میں کہ ان کا اللہ کے علاوہ کوئی پرسان حال نہیں ہے امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:''جہاد فاع دین اور ناموس کی حفاظت کے لئے بالا جماع فرض ہے ایمان کے بعد سب سے بڑا واجب اللہ کے دشمن کے ساتھ جہاد کرنا ہے جو اس کے دین کے درپے آزار ہے اس جہاد میں نکلنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے ہر مسلمان اپنی استطاعت کے مطابق جہاد کرے گا، ہمارے اساتذہ کا بھی یہی قول ہے اور دوسرے ائمہ کا بھی یہی قول ہے'' [فتاویٰ جلد۴ص ۵۶۱]۔

امام صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں''جب دشمن مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کر کے دخل انداز ہو تو جہاد دفاع دشمن کے قریب ترین مسلمانوں پر واجب ہو جاتا ہے اگر وہ دشمن کے مقابلے میں کم پڑیں تو پھر ان کے بعد والے مسلمانوں پر فرض ہوگا کیونکہ مسلمانوں کے تمام ممالک (شریعت کی نظر میں) گویا ایک ہی ملک ہیں نیز جہاد دفاع میں والدین کی اجازت کی شرط نہیں ہوتی اور نہ قرض دار کو قرض خواہ سے اجازت لینے کی شرط ہوتی ہے''اسی حکم کی صراحت امام احمد بن حنبلؒ اور دوسرے ائمہ نے فرمائی ہے۔

مسلمان بھائیو! اپنے افغان بھائیوں کو بے یارومددگار ہرگز نہ رہنے دو، انہیں مسلمانوں کے تعاون کی جتنی آج ضرورت ہے پہلے کبھی نہ تھی، یادرکھیں کفریہ طاقتیں خواہ وقتی طور پر غالب آجائیں لیکن بالآخر انہیں انجام پر پہنچنا ہوگا یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ سے بڑھ کر کوئی اپنے وعدے کا پاس نہیں رکھتا، وہ اپنے دین کی نصرت کرتا اور اپنے سچے اولیاء (سچے مسلمانوں) کی عزت رکھتا ہے اور اپنے دشمنوں کو ذلیل کرتا ہے لیکن اللہ کی تقدیر میں ہر فیصلے کا ایک وقت ہے اور اس کا پورا حساب ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ اپنی مسند میں تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''اس دین کا معاملہ ہر اس جگہ تک پہنچ جائے گا جہاں دن اور رات ہوتے ہیں، اللہ نہ بستیوں کے کسی گھر کو چھوڑے گا اور نہ صحرانورد کے کسی گھر کو چھوڑے گا جب تک ان کے لوگوں میں یہ دین نہ پہنچ جائے، دین باعزت اور سرفراز ہوگا اور کفر ذلیل و رسوا ہوگا۔

مقداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''کرہ ارض پر ہر بستی اور صحرانشینوں کے گھروں تک اسلام کا کلمہ پہنچ کر رہے گا عزت دار آبرومند اور ذلیل رسوا ہو کر رہے گا''۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں سے برسرپیکار نہ ہو جائیں اور مسلمان انہیں قتل نہ کر دیں گے یہودی پتھروں اور درختوں میں چھپتے پھریں گے تو یہ بول کر کہیں گے''یا مسلم! یا عبداللہ! ھذا یھودی خلفی ؛ فتعال فاقتلہ''اے مسلم! اے اللہ کے بندے میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے بڑھ کر اس کی گردن ماردے سوائے شجر غرقد کے کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

صحیح مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں''قیامت قائم نہ ہوگی، یہاں تک کہ روم کے نصاریٰ (نولاکھ ساٹھ ہزار نفوس پر مشتمل) لشکر مقام اَعماق یا دابق (یہ دونوں مقام شام میں حلب کے قریب واقع ہیں) میں اترے گا پھر مدینہ سے ان کی طرف

(مسلمانوں کا) ایسا لشکر نکلے گا جو اُس وقت زمین والوں میں سب سے بہتر ہوگا ابھی جب کہ لشکروں والے صفیں ترتیب ہی دیں گے تو رومی عیسائی ان سے مطالبہ کریں گے کہ تم الگ ہو جاؤ! ہمارا راستہ چھوڑ دو اُن (مسلمانوں) سے جنہوں نے (ہم سے معرکے کے بعد) ہماری عورتیں اور بچے، لونڈیاں اور غلام بنائے ہیں ہم انہی سے لڑیں گے تو مسلمان کہیں گے ہرگز نہیں! ہم کبھی بھی اپنے بھائیوں سے الگ نہ ہوں گے، انہیں تمہارے سپرد نہ کریں گے پھر شدید ترین لڑائی ہوگی تو مسلمانوں سے ایک تہائی لشکر بھاگ نکلے گا، ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہ کرے گا اور ایک تہائی لشکر جنگ میں مارا جائے گا جو اللہ کے ہاں سب سے زیادہ فضیلت والے شہداء ہوں گیا اور باقی بچ رہنے والے ایک تہائی لشکر میں پھر عمر بھر کبھی بھی فتنوں اور بلاؤں سے آزمائے نہ جائیں گے پھر یہی اللہ کے بندے قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کو فتح کریں گے۔ اس اثناء میں جبکہ وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے اور اپنی تلواروں کو انہوں نے زیتون کے درخت سے ٹانگ دیا ہوگا، شیطان پکار لگائے گا کہ تمہارے پیچھے تمہارے بال بچوں میں دجال آنکلا ہے تو مسلمان گھڑ سواروں کا ایک دستہ فوراً وہاں سے نکلے گا حالانکہ یہ خبر جھوٹی ہوگی لیکن جب ملک شام میں پہنچیں گے تو واقعی دجال نکل آئے گا سو جس وقت مسلمان لڑائی کے لئے مستعد ہو کر صفیں باندھتے ہوں گے تو نماز کی تیاری ہوگی اور اقامت کہہ دی جائے گی کہ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام آسمان سے اتریں گے اور انہیں نماز پڑھائیں گے پھر جب اللہ کا دشمن دجال عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھے گا تو مارے ڈر کے یوں گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور اگر عیسیٰ علیہما السلام اسے یونہی چھوڑ دیں، تب بھی وہ خود بخود مارے خوف کے گھل گھل کر ہلاک ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اسے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ہاتھوں ہی قتل کروائے گا اور عیسیٰ علیہما السلام کی، دجال کے خون سے آلودہ برچھی لوگوں کو دکھلائے گا''

صحیح مسلم میں ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عنقریب ضرور بضرور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام مسلمانوں کے حاکم بن کر نازل ہوں گے پس وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ اٹھالیں گے اور مال کی کثرت اس قدر ہو جائے گی کہ اُسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ مومن کے لیے صرف ایک سجدہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، اس سے بہتر ہوگا''

دعا ہے کہ اللہ ہمیں اپنے دین کی نصرت کرنے والوں میں شامل کرے، ہمیں دنیا بھر کے طواغیت اور ان کی نصرت کرنے والوں سے برأت کرنے کی جرأت نصیب کرے۔ ہمیں اپنی راہ میں شہادت سے سرفراز فرمائے اس حال میں کہ ہم جواں مردی دکھا رہے ہوں بزدلوں کی طرح بھاگ کھڑے ہونے والوں میں سے نہ ہوں، پامردگی کے ساتھ لڑنے والے ہوں اور اللہ سے اجر لینے کی نیت پیش حال ہو اور آخرت میں ہمیں انبیاء صلحاء اور شہداء کی رفاقت نصیب کرے جن کی رفاقت سب سے بہتر ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين

کتبہ

ناصر بن حمد الفهد

رياض شعبان ۱۴۲۲ھ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان